الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

اکتوبر 2024

حکومت اور کٹر پنتھ مذہبی تحریکیں

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اس کے دستور میں الیکشن کے بعد سلیکشن ہوتا ہے، ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی وغیرہ سب کو اپنے مذہبی امور اور احکام پر عمل کرنے کی اجازت ہے یہاں سول کورٹ اپنے اپنے صوبوں کی ہائی کورٹ اور ملکی سطح پر سپریم کورٹ ہے مگر افسوس بعض سیاسی پارٹیاں کٹر پنتھ مذہبی تنظیموں کے تعاون سے بر سر اقتدار ہیں اور وہ اپنے مذاہب کی برتری کے لیے دیگر مذاہب پر حملہ آور رہتی ہیں۔ اب آپ موجودہ بی جے پی ہی کو دیکھ لیجیے جو آر ایس ایس اور بجرنگ دل وغیرہ ہندو کٹر پنتھ مذہبی تحریکوں کے دباؤ میں کام کر رہی ہیں۔ یہ مذہبی تحریکیں دیگر مذاہب پر مسلسل شب خون مار رہی ہیں، خاص طور پر مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر حملہ آور رہتی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم و تربیت کا مسئلہ ہو یا جوان بچیوں کے پردے اور نقاب کا مسئلہ، اسی طرح وقف ایکٹ ۲۰۲۴ کا مسئلہ ہو یا دینی مدارس کو اسکولوں اور کالجوں میں بدلنے کا مسئلہ۔ اسی طرح دیگر مسائل میں بھی مسلسل مداخلت کرتی رہتی ہیں۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ مبارک پور

اشرفیہ

زیرِ سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہِ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 49 شمارہ 10 | اکتوبر 2024ء | ربیع الثانی 1446ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : **مبارک حسین مصباحی**

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زرِ تعاون

قیمت عام شمارہ 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25$ امریکی ڈالر 20£ پونڈ

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں

یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com

mubarakmisbahi@gmail.com

info@aljamiatulashrafia.org

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

فہرست

نگارشات

اداریہ	بلڈوزر ایکشن	مبارک حسین مصباحی	5

مطالعۂ قرآن

تفہیمِ قرآن	بعث بعد الموت، قرآنی آیات کی روشنی میں (۲)	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	11

نظریات

فکر امروز	جارحانہ قوم پرستی-اسباب اور سدباب	حافظ افتخار احمد قادری	13

اسلامیات

شعاعیں	عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (خطاب مولانا مبارک حسین مصباحی)	ترتیب: مولانا رحمت اللہ مصباحی	16
	تصوف، تربیتِ نفس کا روحانی نظام	آفتاب رشک مصباحی	23

شخصیات

انوار حیات	سند المحدثین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی	شاہ محمد انور علی سہیل فریدی	25
	مولانا سید کفایت علی کافی شہید (آخری قسط)	مولانا محمد شہاب الدین رضوی	29

اساطین تصوف

ذکر جمیل	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	مہتاب پیامی	34

بزم خواتین

چراغ خانہ	مسلم لڑکیاں اور دینی تعلیم سے دوری	ڈاکٹر ظہور احمد دانش	38

بزم دانش

فکر و نظر	ہندوستان میں مدارس کا مستقبل	مفتی محمد شاہد علی مصباحی/محمد تحسین رضا نوری رحمت اللہ مصباحی/مولانا محسن رضا ضیائی	40

ادبیات

نقد و نظر	مقالات اشرفی ایک تاثراتی مطالعہ	مبارک حسین مصباحی	49

وفیات

سفر آخرت	آہ حافظ طارق مبارک پوری	مولانا محمد عبد المبین نعمانی	51

مکتوبات

صداے باز گشت	مہتاب پیامی		52

سرگرمیاں

عالمی خبریں	اسرائیل حزب اللہ جنگ/اقوام متحدہ قاعدانہ کردار سنبھالنے سے قاصر		53
خیر و خبر	منصوبۂ خداوندی کی تکمیل/چریا کوٹ میں عرس اعلیٰ حضرت/دہلی ہائی کورٹ نے شاہی عید گاہ میں مورتی نصب نہ کرنے کی عرضی خارج کی/بھاگل پور میں قطب الدین بختیار کاکی اور صابر کلیری کا عرس		56

منظومات

خیابان حرم	معید رہبر/ڈاکٹر ہارون رشید لکھنوی		58

بلڈوزر ایکشن

مایوسیوں کے اندھیروں میں امید کی کرن

مبارک حسین مصباحی

2019ء سے جزوی طور پر اور پھر 2022ء میں بلڈوزر ایکشن شروع کیا۔ ہر طرف ہاہاکار مچی ہوئی تھی، بلڈوزر ایکشن یوپی کے مختلف علاقوں میں اپنی گھن گرج کے ساتھ آگے بڑھتا رہا، اس کے بعد ایم پی اور راجستھان وغیرہ میں اس کے شعلوں کی چنگاریاں اٹھنے لگیں، خدا بھلا کرے ان تنظیموں اور سرکردہ شخصیات کا جنھوں نے کیس سپریم کورٹ میں داخل کیا اور طے شدہ تاریخ پر اپنے بحث کرنے والے ماہر وکلا کو کھڑا کیا۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اس کے دستور میں الیکشن کے بعد سلیکشن ہوتا ہے، ہندو، مسلم، سکھ اور عیسائی وغیرہ سب کو اپنے مذہبی امور اور احکام پر عمل کرنے کی اجازت ہے یہاں سول کورٹ اپنے اپنے صوبوں کی ہائی کورٹ اور ملکی سطح پر سپریم کورٹ ہے مگر افسوس بعض سیاسی پارٹیاں کٹر پنتھ مذہبی تنظیموں کے تعاون سے برسر اقتدار ہیں اور وہ اپنے مذاہب کی برتری کے لیے دیگر مذاہب پر حملہ آور رہتی ہیں۔ اب آپ موجودہ بی جے پی ہی کو دیکھ لیجیے جو آر ایس ایس اور بجرنگ دل وغیرہ ہندو کٹر پنتھ مذہبی تحریکوں کے دباؤ میں کام کر رہی ہیں۔ یہ مذہبی تحریکیں دیگر مذاہب پر مسلسل شب خون مار رہی ہیں، خاص طور پر مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں پر حملہ آور رہتی ہیں اسکولوں اور کالجوں میں تعلیم و تربیت کا مسئلہ ہو یا جوان بچیوں کے پردے اور نقاب کا مسئلہ، اسی طرح وقف ایکٹ 2024 کا مسئلہ ہو یا دینی مدارس کو اسکولوں اور کالجوں میں بدلنے کا مسئلہ۔ اسی طرح دیگر مسائل میں بھی مسلسل مداخلت کرتی رہتی ہیں۔

بلڈوزر ایکشن معاملے میں کانگریس کی ترجمان سپریہ شرینت نے ویڈیو جاری کر کے ردعمل دیا کہ بلڈوزر کارروائی کسی بھی جمہوری ملک میں قابل قبول نہیں ہے اور وہ بھی اقلیتوں کے خلاف تو بالکل بھی نہیں کیوں کہ اس کے ذریعے اکثریتی جبر کا پیغام دیا جاتا ہے جسے سپریم کورٹ نے بیک جنبش قلم مسترد کر دیا ہے۔ سپریہ شرینیت نے مزید کہا کہ کانگریس پارٹی ہمیشہ سے کہتی رہی ہے کہ بلڈوزر انصاف کا طریقہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ تو جبر کا طریقہ ہے جس سے مودی حکومت اور بی جے پی کی دیگر حکومتوں کو بچنا چاہیے تھا لیکن وہ اسے پورے ملک میں فروغ دے رہے تھے بہر حال اب سپریم کورٹ نے اس کا نوٹس لے لیا ہے اور فیصلہ سنا دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جو گائیڈ لائنز جاری ہوں گی وہ نہایت معقول ہوں گی۔ واضح رہے کہ سپریم کورٹ نے ملک میں یکم اکتوبر 2024 تک بلڈوزر کارروائی پر روک لگا دی ہے۔ کورٹ نے مرکزی حکومت کی سرزنش کرتے ہوئے کہا کہ اگر دو ہفتہ تک بلڈوزر پر روک لگی رہی تو کوئی آسمان نہیں گر پڑے گا۔ بنچ نے ایک مرتبہ پھر واضح کیا کہ اس کے احکامات غیر قانونی تعمیرات کے بارے میں نہیں تاہم کہا کہ اگر ایک بھی غیر قانونی انہدامی کارروائی ہوئی تو اس کو آئینی اخلاقیات کے خلاف تصور کیا جائے گا۔ مرکزی حکومت کے ذریعہ ملک گیر سطح پر اس طرح کی روک عائد کرنے پر اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا کہ وہ آئین کے آرٹیکل ۱۴۲ر کے تحت اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے یہ احکامات جاری کر رہی ہے۔ عدالت نے عندیہ دیا کہ وہ رہنما خطوط کے بجائے غیر قانونی بلڈوزر کارروائیوں کے خلاف احکامات جاری کر سکتی ہے۔ سپریم کورٹ میں جمعیۃ کے دونوں گروپوں اور دیگر کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے جسٹس بی آر گوئی اور جسٹس کے وی وشناتھن کی بنچ نے اپنے واضح حکم میں کہا کہ ”اگلی تاریخ تک اس عدالت کی اجازت کے بغیر کوئی انہدامی کارروائی نہیں ہوگی۔ تاہم اس طرح کا حکم عوامی سڑکوں، فٹ پاتھ، ریلوے لائنوں یا عوامی مقامات پر غیر مجاز تعمیرات پر لاگو نہیں ہوگا۔“ سینئر ایڈوکیٹ چندر ادے سنگھ سپریم کورٹ میں گزشتہ سماعت کے باوجود انہدامی کارروائی کی بنچ کی توجہ دلائی تھی۔ انہوں نے پتھر بازی کا الزام عائد کر کے ۱۲ر ستمبر کو گھر منہدم کئے جانے کے بارے میں عدالت کو آگاہ کیا۔ حالانکہ مرکزی حکومت نے اس کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کو ایک غیر متعلقہ معاملہ قرار دیا۔ تاہم بنچ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے سوال کیا کہ تو پھر اس معاملے میں اچانک انہدام کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟ اس کے بعد بنچ نے اپنے سخت مشاہدہ میں کہا کہ عدالت ناجائز تعمیرات کے انہدام میں

طاقت اور اختیارات کے غلط استعمال کے خلاف احکامات جاری کرنا چاہتی ہے۔ حالانکہ سالیسٹر جنرل نے عدالت کی توجہ اصل مسئلہ سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے کہا کہ یہ بیانیہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ ایک خاص برادری کے گھروں کو منہدم کیا جارہا ہے لیکن عدالت نے اسے تسلیم نہیں کیا۔

سپریم کورٹ نے یوگی آدتیہ ناتھ کی طرح بلڈوزر کارروائی کرنے والی ریاستوں پر بڑا فیصلہ سنایا ہے۔ سپریم کورٹ نے بلڈوزر کی کارروائی پر پابندی لگادی ہے اور سبھی ریاستوں کو ہدایات جاری کی ہیں۔ اب کوئی بھی ریاست اجازت کے بغیر بلڈوزر کی کارروائی نہیں کر سکے گی۔ بلڈوزر کارروائی کے خلاف دائر درخواستوں پر سپریم کورٹ نے یہ روک لگائی ہے۔ سپریم کورٹ نے واضح طور پر کہا کہ اگلی سماعت تک کسی بھی ریاست میں بلڈوزر کی کارروائی نہیں ہوگی۔

گذشتہ سنوائی میں جسٹس بی آر کی سربراہی میں گوائی بنچ نے واضح کیا تھا کہ قانون ان ملزمان کی جائیدادوں کو منہدم کرنے کی اجازت نہیں دیتا، جن پر ابھی تک مقدمہ چل رہا ہے۔ جسٹس گوائی نے 2 ستمبر کو سماعت کے دوران زبانی طور پر ریمارکس دیئے تھے کہ کسی ایک کیس میں ملزم ہونے پر کسی کا گھر کیسے گرایا جاسکتا ہے؟ قانون اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ چاہے کوئی شخص مجرم ہی کیوں نہ ہو؟

غور طلب ہے کہ عدالت نے درخواست گزاروں سے غیر قانونی مسماریوں کے خلاف یکساں رہنما خطوط وضع کرنے کے لیے تجاویز طلب کی تھیں۔ مرکزی عرضی گزار تنظیم نے انہدام سے کم از کم 45 سے 60 دن پہلے پیشگی نوٹس تجویز کیا ہے، جس میں قانونی دفعات کی وضاحت کی گئی ہے۔ جس کے تحت جائیداد کو مسمار کیے جانے اور من مانی کارروائی کے ذریعے قانون کی خلاف ورزی کرنے والے افسران پر ذاتی ذمہ داری عائد کی جائے گی۔

قابل ذکر ہے کہ درخواست گزار نے ان افراد اور ان کے خاندانوں کو فوری اور جامع ریلیف، بحالی اور معاوضہ دینے کا مطالبہ کیا ہے جن کے گھروں کو بلڈوز کیا گیا ہے۔

سینئر ایڈوکیٹ دشینت دیو، سینئر ایڈوکیٹ سی یو کے ساتھ درخواست گزار کی طرف سے پیش ہوئے۔ سنگھ نے پچھلی سماعت میں عدالت سے یہ بیان دینے پر زور دیا تھا کہ ان کے رہنما خطوط کے ذریعہ 'ملک میں کہیں بھی بلڈوزر جسٹس نہیں ملا۔

اِدھر عدالت کے اس فیصلے پر سماج وادی پارٹی (ایس پی) کے سربراہ اکھلیش یادو کا ردعمل سامنے آیا ہے۔ انھوں نے یوپی حکومت پر سخت نکتہ چینی کی ہے۔ ایک نیوز چینل سے گفتگو کرتے ہوئے اکھلیش یادو نے کہا ہے، "جس دن سے یہ بلڈوزر چلنا شروع ہوا ہے، ہم اپوزیشن کے لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ آئین کے خلاف ہے۔ بلڈوزر کو انصاف کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ یہ جمہوریت میں انصاف نہیں ہوسکتا۔ میں سپریم کورٹ کے اس فیصلے کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ اس فیصلے کے بعد بلڈوزر ہمیشہ کے لیے بند ہوجائے گا۔ میں خاص طور پر ان لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں، جن کو عدالت انصاف دے سکتی ہے۔ ایسے میں حکومت کے خلاف ہی کارروائی ہوگی۔ اکھلیش یادو نے مزید کہا، حکومت نے لوگوں کو ڈرانے کے لیے جان بوجھ کر بلڈوزر کی اتنی تشہیر کی کہ لوگ دہشت میں آگئے۔ سپریم کورٹ نے کہا کہ بلڈوزر ایکشن کا اتنا "مہما منڈن" نہیں ہونا چاہئے، میں اس کے لئے ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔" دوسرے کئی اپوزیشن لیڈروں نے بھی سپریم کورٹ کی اس ہدایت کا خیر مقدم کیا ہے۔

اس سے قبل 12 ستمبر کو بھی "بلڈوزر ایکشن" پر سپریم کورٹ نے کہا تھا کہ بلڈوزر کی کارروائی ملک کے قوانین پر بلڈوزر چلانے کے مترادف ہے۔ تب یہ معاملہ جسٹس ہرش کیش رائے، جسٹس سدھانشو دھولیا اور جسٹس ایس وی این بھٹی کی بنچ کے سامنے تھا۔ بنچ کے ذریعہ معاملے کی سماعت کے دوران کورٹ کا آبزرویشن سامنے آیا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ اگر کوئی ملزم قصوروار بھی ہے، اس کے باوجود قانونی عمل کی پیروی کیے بغیر اس کے گھر کو مسمار نہیں کیا جاسکتا۔

قابل ذکر ہے کہ بی جے پی کی حکومت والی تین ریاستوں میں قانونی عمل کو درکنار کر ملزمان کو من مانے ڈھنگ سے قصوروار قرار دیکر ان کے مکانات کو مسمار کرنے کی کارروائی کی جاتی رہی ہے۔ آئینی نظام پر حملے کی شروعات یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے کی تھی۔ وہ اس کام میں اتنے مشہور یا کہہ لیجئے کہ بدنام ہوئے کہ لوگ انھیں "بلڈوزر بابا" کہنے لگے۔ اس لقب پر بابا بھی پھولے نہیں سماتے رہے۔ ان کے نقش قدم

پر چلتے ہوئے مدھیہ پردیش اور پھر بی جے پی حکومت بننے کے بعد راجستھان میں بھی بلڈوزر کے گرجنے کی بازگشت پوری دنیا میں سنائی دینے لگی۔ تازہ ترین واقعہ کی بات کریں تو اسی سال ماہ جون میں یوپی کے مرادآباد اور بلیا میں 2 ملزمان کی 6 جائیدادیں مسمار کردی گئیں۔ اسی دوران بریلی میں روٹی کے تنازعہ پر ایک نوجوان کو پیٹ پیٹ کر ہلاک کرنے والے ہوٹل مالک ذیشان کے ہوٹل کو زمین بوس کر دیا گیا۔ 21 اگست کو مدھیہ پردیش کے چھترپور کوتوالی پولس اسٹیشن پر پتھراؤ کرنے کے لئے ہجوم کو اکسانے کے الزام میں 24 گھنٹے کے اندر، حکومت نے 20 کروڑ روپے کی لاگت سے بنی، حاجی شہزاد علی کی تین منزلہ حویلی کو مسمار کر دیا۔ اسی طرح راجستھان کے ادے پور کے ایک سرکاری اسکول میں 10 ویں جماعت میں پڑھنے والے بچوں کے درمیان ہوئی مار پیٹ کے معاملے کو ہوا دیکر بات کا اس قدر بتنگڑ بنایا گیا اور پھر 17 اگست کو ملزم طالب علم کے والد سلیم شیخ کے گھر کو منہدم کر دیا گیا۔ اس سے قبل حکومت کی ہدایت پر محکمہ جنگلات نے ملزم کے والد کو غیر قانونی کالونی میں بنایا ہوا مکان خالی کرنے کا نوٹس دیا تھا۔ اس طرح کی غیر قانونی اور غیر آئینی کارروائی کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اسی دوران ایک عرضی پر سنوائی کرتے ہوئے، سپریم کورٹ نے بی جے پی کے اس منافرت آمیز "بلڈوزر ایکشن" پر بریک لگا دیا ہے۔ سپریم کورٹ کی ہدایت میں مضمر عندیہ سے ایسا لگ رہا ہے کہ معاملے کی مکمل سماعت کے بعد اس غیر جمہوری ایکشن پر ہمیشہ کے لئے بریک لگ جائے گا۔

مہاراشٹر میں انتظامیہ کے ذریعہ بلڈوزر کا استعمال کر مبینہ مزار کو منہدم کیے جانے کا معاملہ سامنے آیا ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ رات کی تاریکی میں ناسک منماڈ چاندواڑ شاہراہ پر بنے مزار پر بلڈوزر ایکشن ہوا ہے۔ اس سے قبل میرا روڈ میں بھی ایک مزار کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔

دراصل بی جے پی رکن اسمبلی نتیش رانے نے اسمبلی میں قومی شاہراہ پر بنے اس مزار کا معاملہ اٹھایا تھا اور اسے مزار کے نام پر 'لینڈ جہاد' سے تعبیر کیا تھا۔ انھوں نے مزار کو ختم کرنے کا الٹی میٹم بھی دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظامیہ نے بلڈوزر سے مزار کو منہدم کر دیا۔ اس کارروائی کے بعد شاہراہ پر سیکورٹی کے سخت انتظامات کیے گئے ہیں۔ بڑی تعداد میں پولیس فورس کی تعیناتی کی گئی ہے تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔

انتہائی افسوسناک خبر ہے کہ لکھنو کے اکبر نگر میں 16 بلڈوزروں سے سینکڑوں مکانات منہدم کر دیے گئے ان مکان مالکوں میں بعض نے اپنے مکان خریدے تھے جبکہ اکثر نے زمینیں خرید کر مکان بنائے تھے اہل خانہ اور بچے چیختے رہے مگر لکھنو میونسپل کارپوریشن اور لکھنو ڈیولپمنٹ اتھارٹی کے 16 بلڈوزر مسلسل منہدم کرتے رہے مقامِ افسوس یہ ہے کہ گورنمنٹ وہاں روڈ اور پانی وغیرہ کی سہولتیں بھی دے رہی تھی، لائٹ کی سپلائی بھی اپنے اصولی طریقوں سے ہو رہی تھی مدرسہ اہل سنت نور اسلام کے بانی و مہتمم حضرت مولانا قاری روشن علی قادری سے موبائل پر گفتگو ہوئی، وہ درد وغم سے نڈھال تھے، فرمانے لگے کہ آپ کو تو ہم نے اپنے مدرسہ کے اجلاس میں مدعو کیا تھا آپ تشریف بھی لائے تھے ظلم و جبر کا نشانہ بنا کر سب کچھ نیست و نابود کر دیا۔ ایف زیڈ پبلک اسکول، محمدیہ مسجد، مدرسہ فاطمہ زہرا للبنات کو بھی بلڈوزر کا نشانہ بنا دیا گیا موصوف نے فرمایا کہ ہر سال ہمارے مدارس سے حفاظ و قرا کی قابل ذکر تعداد فارغ ہوتی تھی فرمانے لگے کہ ان اداروں کی تعمیر میں 10 کروڑ سے زائد رقم خرچ ہوئی تھی مزید فرمایا کہ مزید تین مسجدیں بھی شہید کر دی گئیں۔

یہ افسوس ناک حالات ہیں، ہم نے چند باتیں انتہائی اختصار کے ساتھ سپردِ قلم کی ہیں۔ ان دردناک احوال کی روداد سناتے ہوئے قلم اشک بار ہے۔ آپ نے سنا، کتنے مدارس، مساجد، اور مزارات کو شہید کر دیا، ان مقدس مقامات سے مسلمانوں کی عقیدت کا رشتہ تھا اور مدارس میں نئی نسلوں اور نادار طلبہ کی تعلیم و تربیت کا تعلق تھا، جن کے مکانات توڑ دیے گئے ہیں ان بے چاروں کے پاس اتنا سرمایہ کہاں ہے کہ وہ نئی زمینیں خرید کر اپنے مکان تعمیر کرائیں، اس لیے ہم سپریم کورٹ سے گزارش کرتے ہیں کہ کروڑوں کے نقصانات کی بھرپائی کے لیے بلڈوزر حکومتوں کو آرڈر کرے کہ یہ حکومتیں انھیں بھرپور معاوضہ دیں، حیرت و افسوس کا مرحلہ یہ ہے کہ ایک فرد سے جرم کچھ اور ہوا ہے، اس مجرم کے اس جرم پر کیس چلانے اور اس پر سزا سنانے کے بجائے اس کی بلڈنگ اور مکان پر بلڈوزر چلانے کا کیا مطلب ہے؟ اور پھر سارے جرائم مسلمانوں اور غیر بی جے پی والوں کے ہی کیوں اجاگر ہوتے ہیں، اور اگر ہیں بھی تو ان کی سزا میں ان کے مکانوں اور جائدادوں کو تباہ کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ ان شاءاللہ تعالیٰ سپریم کورٹ کا فیصلہ حق و انصاف پر مبنی ہوگا۔

▪▪▪

دوسری قسط

بعث بعد الموت

قرآنی آیات کی روشنی میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

ان آیات بینات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پیدائش کے فوراً بعد ہونے والے سب سے پہلے خطاب میں اپنی قوم کو حقیقت بعث سے آگاہ فرمادیا اور انھیں روز آخرت کی تیاری کی دعوت دی۔

مختصر یہ کہ حضرت آدم سے حضرت عیسی تک آنے والے تمام انبیاے کرام اور رسلانِ عظام علیہم الصلاۃ والسلام اپنی اپنی امتوں کو عقیدۂ بعث سے آگاہ کرتے رہے اور انھیں روز آخرت کی تیاری کی دعوت دیتے رہے، ان تمام انبیاے کرام کے بعد سید المرسلین، خاتم النبیین، امام الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ساری کائنات کے رسول بن کر تشریف لائے اور پوری دنیاے انسانیت کو اس بات کا درس دیا کہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزا، جب سارے افراد اپنی مقررہ زندگی گزار لیں گے تو دنیا تباہ ہوجائے گی، اسی کو قیامت کہتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا سب کو زندہ فرمائے گا، اسی کو بعث کہتے ہیں، اسی بعث کے بعد حساب وکتاب اور ثواب وعقاب کے معاملات ہوں گے اور جنت ودوزخ کے فیصلے ہوں گے۔

بعث آخرت کی بنیاد ہے، بعث کے بغیر آخرت کا کوئی تصور نہیں ہوسکتا، اسی لیے جو روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے بعث پر بھی ایمان لانا ہوگا، ورنہ آخرت پر ایمان کا کوئی مطلب نہیں رہ جائے گا۔

انبیاے سابقین کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنی قوم کو عقیدۂ بعث سے آگاہ فرمایا اور انھیں اس حقیقت سے باخبر کیا کہ جس رب نے ساری کائنات بنائی، اور جو ہر شے پر قادر ہے وہ یقیناً بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے؛ لہٰذا ہر بندے پر ضروری ہے کہ وہ بعث پر ایمان لائے اور آخرت کو برحق مانتے ہوئے اللہ کے حضور حاضری کی تیاری کرے، ارشاد باری ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۲۸ ۔[سورۂ بقرہ:28]

یعنی بھلا تم کس طرح اللہ کا انکار کروگے؟ تم بے جان تھے تو اس نے زندہ کیا، پھر تمھیں موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

مشرکین عرب حقیقت بعث اور تصور بعث سے یکسر ناآشنا تھے، اسی لیے جب انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بعث بعد الموت کا ذکر سنا تو کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے ایسی کوئی بات نہیں سنی؛ لہٰذا ہم بعث بعد الموت کو نہیں مانتے، قرآن کریم میں ہے:

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۔

[سورۂ تغابن:7]

یعنی کفار کا گمان یہ ہے کہ بعث نہیں ہوگا، آپ فرمادو، کیوں نہیں، میرے رب کی قسم تمھیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا، پھر تمھیں تمھارے اعمال بتائے جائیں گے اور یہ اللہ کے لیے انتہائی آسان ہے۔

بعث کے حق ہونے پر بے شمار دلائل قائم ہیں، اس کے باوجود کفار عرب بعث کا انکار کرتے تھے، واضح دلائل کے ہوتے ہوئے کسی بھی شے کا انکار، ناقابل التفات ہوا کرتا ہے، اسی لیے قرآن کریم نے کفار کے انکار کو زَعَمَ یعنی گمان سے تعبیر فرمایا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں بعث میں شک تھا، بلکہ یہ لوگ تو بڑے شد ومد کے ساتھ بعث کا انکار کرتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر کہتے کہ بعث نہیں ہوگا اور اللہ کسی سے محاسبہ نہیں فرمائے گا، قرآن کریم نے بعث بعد الموت کے سلسلے میں کفار ومشرکین کے انکار کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۸

[سورۂ نحل:38]

انھوں نے بھاری قسم کھائی کہ اللہ مردوں کو زندہ نہیں کرے گا، کیوں نہیں؟ ضرور زندہ کرے گا، یہ سچا وعدہ ہے، جو اس کے ذمۂ کرم پر لازم ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

اس طرح قرآن پاک نے بے شمار مقامات پر بعث کا ذکر کیااور فرمایا کہ اللہ بعث پر قادر ہے، قیامت کے دن سب کو زندہ کرے گااور ہرایک کواس کے عمل کا بدلہ دے گا۔

بعث پر کفار کے اعتراضات اور ان کے جوابات:

قرآن کریم نے بعث بعد الموت کا ذکر مختلف طریقوں پر کیا، کہیں پر حقیقت بعث کا ذکر کیا، کہیں پر کیفیت بعث کی تفصیل بیان فرمائی، کہیں پر بعث کے ساتھ دلائل بعث کا بھی اضافہ کیااور کہیں پہلے کفار کے شکوک وشبہات کا ذکر کیا، پھر ان کے اطمینان بخش جوابات دیے گئے، اور مختلف دلائل وواقعات کی روشنی میں حقیقت بعث کی توضیح وتفہیم کی گئی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دلائل بعث کا خلاصہ پیش کرنے سے پہلے بعث کے سلسلے میں کفار کی جانب سے پیش کیے جانے اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر کردیے جائیں، کیوں کہ اثبات بعث کے بیش تر دلائل جوابات کے ضمن میں وارد ہوئے ہیں؛ لہٰذا اگر پہلے کفار کے اعتراضات وجوابات پیش کردیے جائیں تو دلائل بعث کے افہام وتفہیم میں آسانی ہوگی۔

قرآن کریم نے منکرین بعث کے تین اہم شبہات ذکر کیے، اور وہ شبہات یہ ہیں:

1- بعث کا ذکر کرنے والے پیغمبر مجنوں یا مفتری ہیں؛ لہٰذا ان کی بات قابل التفات اور لائق اعتنا نہیں ہو سکتی۔

2-اگر بعث برحق ہے تو ہمارے باپ، دادا کو زندہ کیا جائے، ہم ایمان لے آئیں گے۔

3-بعث بعد الموت کا وقوع ممکن ہی نہیں، کیوں کہ جب کوئی انسان مرجاتا ہے، اور اسے زیر زمین دفن کردیا جاتا ہے تو چند ہی دنوں میں وہ مردہ جسم سڑ، گل کر خاک میں مل جاتا ہے اور اگر کسی وجہ سے اس جسم کو دفن نہ کیا جاسکے تو مختلف قسم کے درندے، پرندے اسے اپنی خوراک بنالیتے ہیں، پھر اس جسم انسانی کے کچھ اجزا حیوانات کے جسم کا حصہ بن جاتے ہیں اور کچھ فضلات کی شکل میں خارج ہوجاتے ہیں، بہر دو صورت مرجانے کے بعد انسانی جسم کبھی سڑ، گل کر مٹی میں تحلیل ہوجاتا ہے اور کبھی کسی دوسرے جسم کا جز بن جاتا ہے، اس طرح مرجانے کے بعد پورا جسم تباہ ہوجاتا ہے، صرف چند بوسیدہ ہڈیاں باقی رہ جاتی ہیں، انھیں بوسیدہ ہڈیوں پر سابقہ گوشت، پوست چڑھانا، اور ان میں روح لوٹا کر دوبارہ زندہ کرنا ناممکن ہے، اور اس مفروضے کو کوئی بھی عقل تسلیم نہیں کرسکتی؛ لہٰذا بعث بعد الموت ممکن نہیں۔

کفار کے یہ تین اعتراضات ہیں، اب آیئے! اجمال سے تفصیل کی طرف بڑھتے ہیں، اور منکرین بعث کے اعتراضات اور ان کے جوابات تفصیل کے ساتھ ملاحظہ کرتے ہیں۔

پیغمبر اسلام پر جنون وافترا کا الزام گمراہی ہے:

کفار عرب بعث کی مخالفت کے ضمن میں جہاں اللہ وحدہ لاشریک کی لامتناہی قدرتوں کا انکار کرتے تھے وہیں عقیدۂ بعث پیش کرنے والے پیغمبر اعظم ﷺ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے تھے، اور آپ کی شان رفیع میں نازیبا کلمات استعمال کرتے تھے، معاذ اللہ آپ کو مجنوں اور مفتری کہا کرتے تھے، اللہ رب العزت نے جہاں حقیقت بعث کا اثبات کیا وہیں اپنے محبوب ﷺ کا بھرپور دفاع کیا اور فرمایا کہ میرے محبوب کو نہ جنون عارض ہے نہ ہی انھوں نے افترا پردازی سے کام لیا ہے، البتہ کفار عرب انکار بعث اور توہین رسالت کی بنیاد پر ضرور گمراہ اور بے دین ہیں، قرآن کریم نے اس کی پوری تفصیل کچھ اس طرح بیان کی ہے:

وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ یُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍۚ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌؕ بَلِ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِی الْعَذَابِ وَ الضَّلٰلِ الْبَعِیْدِ۝ [سورۂ سبا:8-7]

یعنی کفار بطور استہزا کہتے ہیں، کیا ہم تمھیں ایسے شخص کی خبر نہ دے دیں جو یہ کہتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ گے تو نیا جنم لوگے، پوچھتے ہیں: اس نے اللہ پر بہتان باندھا ہے، یا اسے جنون لاحق ہے؟ اللہ فرماتا ہے، ایسا کچھ نہیں، بلکہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ حق سے دور گمراہی میں ہیں اور عذاب آخرت میں گرفتار ہوں گے۔

ان آیات مبارکہ کے مطابق کفار نے چار طریقوں سے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی۔

1- سارا جہان جس کی عظمتوں کا معترف ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ جس کے فضل وکمال پر شاہد ہے اسی رسول ذی وقار کو رَجُلٍ نکرہ سے تعبیر کیا، ایک اجنبی اور غیر معروف شخص کی طرح آپ کا تذکرہ کیا۔

2- آپ کے پیش کردہ عقیدۂ بعث کو بڑے مضحکہ خیز انداز میں بیان کیا۔

3-معاذ اللہ آپ کی جانب جنون کی نسبت کی۔

4-آپ پر کذب بیانی اور افترا پردازی کا بہتان باندھا۔

اللہ وحدہ لاشریک نے اپنے محبوب کا بھرپور دفاع کیا، ان پر عائد کیے گئے بے بنیاد الزامات کی تردید کی، ساتھ ہی ساتھ عقیدۂ بعث کا اثبات بھی فرمادیا، ارشادِ باری ہے:

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَ الضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ۝۸ [سورۂ سبا:8]

پیغمبر اسلام کو جنون وافترا سے کیا نسبت؟ آپ کی پوری زندگی اور آپ کی مبارک زندگی کے جملہ افعال واحوال آپ کی دانائی، حق بیانی پر روشن دلیل ہیں، ایسے واضح اور ناقابل انکار دلائل کے ہوتے ہوئے آپ پر جنون وافترا کا الزام غلط اور بے بنیاد ہے اور جب آپ پر جنون وافترا کا الزام صحیح نہیں تو آپ کا دعوائے بعث صحیح ہے اور بعث بعد الموت برحق ہے، جو لوگ رسول برحق اور ان کے پیش کردہ عقیدۂ صحیحہ پر ایمان نہیں رکھتے وہ دنیا وآخرت میں ناکام ہیں، دنیا میں اس لیے کہ وہ راہ حق سے منحرف ہوگئے، اور آخرت میں اس لیے کہ وہاں انھیں دردناک عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

باپ، دادا کے بعث کا مطالبہ سرکشی پر مبنی:

بعث کے سلسلے میں کفار کا دوسرا شبہ یہ ہے کہ اگر واقعۃً بعث کوئی چیز ہے تو ہمارے آبا واجداد کو زندہ کیا جائے، ہم بعث بعد الموت پر ایمان لے آئیں گے، فرمایا:

اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَ مَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵ فَاْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۶ [سورۂ دخان:36-35]

یعنی کفار کہتے ہیں: ہمیں ایک ہی دفعہ مرنا ہے، ہمارا بعث نہیں ہوگا، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو قبروں سے زندہ اٹھا کر لے آؤ۔

ایک دوسرے مقام پر ہے: وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ [سورۂ جاثیہ:25]

یعنی جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا شبہ یہی رہتا ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کرکے لے آؤ، آپ فرمادو: اللہ تمھیں جلاتا ہے، پھر تمھیں موت دے گا، پھر قیامت کے دن یکجا فرمائے گا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ان آیات بینات کے مطابق منکرین بعث بر سبیل تنزل کہا کرتے تھے کہ اگر واقعۃً بعث برحق ہے تو ہمارے باپ داد کو زندہ کرکے لے آؤ، ہم انھیں زندہ ہوتا دیکھ کر ایمان لے آئیں گے، ظاہر سی بات ہے کہ اس قسم کے مطالبے محض سرکشی اور عناد پر مبنی ہوا کرتے ہیں، اسی لیے قرآن کریم ایسے مطالبات کو قابل اعتنا نہیں گردانتا، بلکہ ایسے مواقع پر کبھی تنبیہ فرماتا ہے اور کبھی دردناک عذاب کی وعید سناتا ہے۔ جو روز روشن کی طرح واضح دلائل اور کھلی ہوئی نشانیاں دیکھ کر بھی بعث کو نہ مانے اس سے یہ کیا توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ چند مردوں کو زندہ ہوتا دیکھ کر ایمان لے آئے گا، ہوسکتا ہے کہ اپنے باپ دادا کو دوبارہ زندہ ہوتا دیکھ کر کہہ دے کہ یہ تو جادو ہے، یہ تو محض اتفاق ہے، ہم اس طرح کی مشکوک باتوں پر بعث کو نہیں مان سکتے۔

علاوہ ازیں علم الٰہی میں ہر شے کا ایک وقت مقرر ہے، قبل از وقت کسی بھی چیز کے ایجاد وتکمیل کا تقاضا کرنا منشائے الٰہی کے خلاف ہے، اسی لیے ایسے لغو اور فضول مطالبے پورے نہیں کیے جاسکتے۔ بندے ایمان بالغیب کے مکلف ہیں، ایمان بالمشاہدہ کے نہیں؛ لٰہذا بندوں پر ضروری ہے کہ بعث کے باب میں پیش کردہ دلائل سے مطمئن ہوکر ایمان لائیں، اور ایسے امور کا مطالبہ نہ کریں جو مشیت ایزدی کے منافی ہیں۔

جو ایمان لانا چاہے اس کے لیے محض ایک دلیل بھی کافی ہے، اور جو ایمان نہ لانا چاہے اس کے لیے کائنات کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہزاروں واضح دلائل بھی ناکافی ہیں۔

منکرین بعث کی سب سے بڑی دلیل:

منکرین بعث کا سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ جو انسان مرکر مٹی میں مل جائے، سڑ، گل کر تباہ ہوجائے اس کے اجزا کو یکجا کرنا اور ان میں سابقہ روح لوٹانا کسی بھی طرح ممکن نہیں؛ لٰہذا بعث کا قول قابل قبول نہیں، قرآن کریم نے منکرین بعث کے اس شبہہ کو جابجا ذکر کیا ہے، مثلاً سورۂ رعد میں ہے: وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ [سورۂ رعد:5]

تعجب ہے ان کی اس بات پر: کہ جب ہم مٹی ہوجائیں گے تو کیا دوبارہ بنائے جائیں گے؟

(جاری)۔ ○○○

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

طریقت کی نماز کیا ہے؟

سوال: بعض پیر حضرات اپنے مریدوں کو نماز کے متعلق یہ بتاتے ہیں کہ طریقت کی نماز الگ ہے تو کیا واقعی ایسا ہے؟

جواب: ان کو یہ نہیں کہنا چاہیے کہ طریقت کی نماز الگ ہوتی ہے اگر چہ اس کلام کی توجیہ ہو سکتی ہے مگر آپ پر یہ بات واضح رہے کہ طریقت، شریعت سے جدا نہیں ہے۔ بلکہ جو شریعت ہے وہی طریقت ہے، تو شریعت کی نماز الگ اور طریقت کی نماز الگ کیسے ہو سکتی ہے؟ جیسے جیسے آدمی شریعت پر عمل کرتا ہے اس کے اندر کمال پیدا ہوتا جاتا ہے اس کمال کا نام طریقت ہے، آج آپ جو نماز پڑھ رہے ہیں یہ شریعت کے مطابق ہے اب اگر نماز اس قدر خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنے لگیں کہ محسوس ہو کہ میرا خدا مجھ کو دیکھ رہا ہے اور دل ادھر ادھر بھٹکنے نہ پائے تو یہ سمجھ لیں کہ یہ طریقت کی ابتدا ہے اور اگر یہ محسوس ہو کہ گویا آپ خدا کو دیکھ رہے ہوں تو آپ کی نماز اور کامل ہو گئی اور یہی طریقت والی نماز ہو گئی۔ لہذا طریقت کی نماز وہی ہے جو شریعت کی نماز ہے۔ فرق یہ ہے کہ جب بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کی نماز بہت کامل ہوتی ہے بہ نسبت عام انسانوں کے کہ ان کی نماز میں اس قدر کمال نہیں ہوتا۔

اس کو ایک دوسری مثال سے یوں سمجھیں کہ آپ نے ایک چراغ جلایا، چراغ بہت ہلکا جل رہا تھا۔ روشنی اس کی ہلکی تھی، آپ نے بھی ذرا تیز کی، روشنی اور بڑھی، پھر اور تیز کی اب روشنی خوب تیز ہو گئی۔ اب آپ کہیں کہ چراغ کی روشنی الگ ہے اور یہ روشنی الگ ہے تو ایسا نہیں ہے کیوں کہ اگر آپ اس کو پھونک ماریں گے تو ایسا نہیں ہے کہ یہ چراغ والی روشنی ختم ہو جائے گی اور وہ تیز روشنی باقی رہ جائے گی۔ بلکہ پوری روشنی ہی ختم ہو جائے گی اس لیے کہ اگر چراغ کی روشنی نہیں ہوتی تو روشنی میں کمال کہاں سے آتا۔ بتی بڑھانے سے جس روشنی میں کمال پیدا ہو رہا ہے، وہ وہی روشنی ہے جو چراغ سے نکلی ہوئی ہے اگر وہ روشنی نہ ہوتی تو بتی بڑھانے سے بھی کمال پیدا نہیں ہوتا۔ شریعت کی مثال "بتی" کی مثال ہے کہ شریعت پر عمل بڑھتا گیا تو اس میں کمال آتا گیا اور یہی کمال طریقت ہے لیکن اس منزل پر پہنچ کر کوئی شریعت کا دامن چھوڑ کے اب تو وہ کامل ہو گیا اور یہ سوچے کہ شریعت الگ ہے اور طریقت الگ، تو پھر وہ جہل کے گہرے اندھیروں میں ہو گا اور شریعت کے نور سے محروم ہو چکا ہو گا۔ الغرض اگر پیر صاحب کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ طریقت شریعت سے الگ ہے تو جھوٹ ہے، غلط ہے۔ اور اگر میں نے جو وضاحت کی وہ مراد ہے تو صحیح ہے مگر لوگوں کے سامنے ایسی بات نہ بیان کی جائے جس سے انھیں وحشت ہو اور کچھ کا کچھ سمجھ جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

داڑھی منڈانے کا حکم اور داڑھی منڈے کی نماز

سوال: داڑھی منڈے کی نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: میرے بھائی! نماز ہو یا نہ ہو، پہلے آپ کو یہ سوال کرنا چاہیے تھا کہ داڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ تو سب سے پہلے اسے جانیے کہ داڑھی منڈانا حرام و گناہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ داڑھی رکھی اور کبھی کٹا کر ایک مشت سے کم نہ کرائی۔ داڑھی بڑھانا انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا بھی طریقۂ حسنہ رہا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خالفوا المشركين، أفروا اللحىٰ واحفوا الشوارب. (صحيح البخاري، باب تقليم الاظفار، ص:۸۷۵)

مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لٰكِن رَبِّي أَمَرَنِي أَنْ أُحْفِيَ شَارِبِي وَأُعْفِيَ الحَيِ .
(فتاویٰ رضویہ، جلد۹، ص:۱۲۸، بحوالہ طبقات ابن سعد)

مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ اپنی مونچھیں پست کرو اور داڑھی بڑھاؤ۔ تو داڑھی منڈانا انبیاے کرام بالخصوص حضور سید الانبیا علیہم الصلوات والتسلیمات کے اسوہ اور آپ کے فرمودات کی مخالفت و نافرمانی ہے اور حرام کام کے اظہار و اشتمال کے ساتھ نماز پڑھی جائے

تو نماز مکروہ تحریمی ہوا کرتی ہے اس لیے ایسا آدمی اگر نماز پڑھائے تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی، اس نماز کو دہرانا ضروری ہوگا۔

شامی میں ہے: كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها. (کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج:۲، ص:۲۹۷)

ہر نماز جو مکروہ تحریمی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ اور اس آدمی کو امام بنانا ناجائز ہوگا۔ لہذا ایسے آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور اس کو امام نہ بنایا جائے۔

غنیہ میں ہے: ولو قدموا فاسقاً يا ثمون بناء على ان كراهة تقدمه كراهة تحريمة.

اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیا تو وہ گنہگار ہوں گے کیوں کہ اسے آگے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ خود داڑھی منڈے کی اپنی نماز کا کیا حال ہے؟ تو عرض ہے کہ ایک دلیل کے پیش نظر اس کی اپنی نماز صحیح ہے اور آج کے دور میں آسانی کے لیے یہ بندۂ عاجز ہی کو اختیار کرتا ہے ورنہ خطرہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح کے بجائے نماز ہی نہ چھوڑ بیٹھے، ہاں اس کی اصلاح کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسبوق کا مکبر بننا کیسا ہے

سوال: کیا مسبوق مکبر بن سکتا ہے؟

جواب: مسبوق (وہ مقتدی جس کی شروع کی ایک رکعت یا ایک سے زائد رکعتیں چھوٹ گئی ہوں) مکبر بن سکتا ہے لیکن اس کو بچنا چاہیے اور ایسے شخص کو مکبر بنانا چاہیے جو شروع نماز سے امام کے ساتھ رہے۔ ہر آدمی کو مکبر بننا بھی نہیں چاہیے، بلکہ اس کو بنانا چاہیے جس کو نماز کے مسائل ٹھیک سے یاد ہوں۔ کیوں کہ جو لوگ ان پڑھ ہوتے ہیں اور جنھیں مسائل معلوم نہیں ہوتے وہ جب تکبیر کہتے ہیں تو کچھ صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لیے جن لوگوں کو یہ ذمہ داری سونپی جائے وہی تکبیر کہیں اور جو شروع ہی سے شامل نماز ہو وہ کہے۔ یہ تکبیر حضرت سیدنا صدیق اکبر ہی کی سنت کریمہ ہے اور وہ بڑے زبردست عالم و فقیہ، بلکہ انبیاے کرام کے بعد مسلمانوں میں سب سے زیادہ علم و فضل والے تھے اور جس نماز میں انھوں نے تکبیر کہی، اس میں شروع سے ہی شریک نماز تھے۔ تو جو شخص آپ کا نائب ہو یعنی صاحب علم و فضل ہو وہ اس لائق ہے کہ مکبر بنے، اس لیے مسائل نماز سے واقف علما، حفاظ، قرا، اس منصب کے زیادہ حق دار ہیں اور ان ہی کو یہ ذمہ داری قبول کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فجر کی جماعت کا ایک مسئلہ

سوال: زید کہتا ہے کہ فجر کی نماز میں جماعت کے وقت قراءت سننا واجب ہے جب کہ کچھ لوگ اس وقت فجر کی سنت ادا کرتے ہیں تو یہ کہاں تک درست ہے؟

جواب: ہر جہری نماز میں جب امام بلند آواز سے قراءت کر رہا ہو تو اس کو جو سن رہا ہو، غور سے سننا واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ اور جو لوگ دور ہوں سن نہ پا رہے ہوں اور امام کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے ہوں، ان پر خاموش رہنا فرض ہے۔ حدیث پاک میں خاص سنت فجر کے تعلق سے بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

مسلم شریف میں ہے:

عن عائشة رضى الله عنها، عن النبي، قال: ركعتا الفجر خير عن من الدنيا وما فيها. (الصحيح لمسلم، كتاب الصلاة، باب استحباب ركعتي سنة الفجر، ج ١ ص: ٢٥١).

اس لیے ہمارے علما فرماتے ہیں کہ اگر جماعت فجر قائم ہو گئی اور کوئی تاخیر سے پہنچا اور ابھی اس نے سنت فجر ادا نہیں کی ہے تو جماعت سے دور کہیں مسجد کے کنارے کونے میں کھڑا ہو کر سنت فجر ادا کرے اور اس کے بعد اگر جماعت میں شامل ہو جائے۔ "جماعت سے دور مسجد کے کنارے" پڑھنے کی تاکید اسی لیے ہے تاکہ جماعت کی مخالفت اور استماع قراءت کے ترک سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اقامت کے بعد امام کا بات چیت کرنا کیسا ہے؟

سوال: اقامت کے بعد امام صاحب کسی سے بات کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: نہیں، اقامت کے بعد وہ کسی سے بات نہیں کر سکتے، بلکہ اقامت کا مطلب ہی یہ ہے کہ اب نماز قائم ہو گئی شروع ہو گئی، اور نماز میں بات چیت کرنا منع ہے۔ اس لیے انھیں فوراً نماز شروع کر دینی چاہیے، اور دنیا کی بات میں نہیں لگنا چاہیے، لیکن اگر کسی مجبوری کے تحت ایک یا دو لفظ بول دیا، تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر بات نماز کے تعلق سے ہے تو اس کی اجازت ہے، کیوں کہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے بعد صفوں کو سیدھی کرنے کا حکم دیتے، مگر صفوں کا درست کرنا نماز ہی سے ہے، دنیا کی بات نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم ■■■

فکر امروز

جارحانہ قوم پرستی: اسباب وسدباب

حافظ افتخار احمد قادری

رسول اکرم ﷺ نے آخری حج کے موقع پر اپنے آخری خطبہ جو تاریخ اسلام میں ''حجتہ الوداع'' کے نام سے مشہور ہے دنیا کے سامنے ایک ایسا بین الاقوامی اصول پیش کیا جس نے تمام تر قومی و ملکی تنازعات و اختلافات اور نسلی، طبقاتی، قبائلی کشمکش اور منافرت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ جب کہ مذہب اسلام سے قبل مخلوق الٰہی مختلف طبقات و مراتب میں منقسم تھی۔ غلام آقا کی ہمسری نہیں کرسکتے تھے، شرفا اپنے آقا کو ادنیٰ طبقوں سے بالاتر تصور کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ ساری حدیں توڑ کر انسانی معاشرہ کی ناہموار سطح کو بالکل برابر کردیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور تمھارا باپ ایک ہے، تم میں سے عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر، سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کوئی برتری و فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے ذریعے'' (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ) یہی نہیں بلکہ آپ نے غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا: ''تمھارے غلام، تمھارے غلام ہیں تم ان کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو''۔ (سیرتِ مصطفیٰ ﷺ)

بھارت میں جارحانہ قوم پرستی اور ہندو مسلم کشمکش کے متعدّد وجوہ واسباب ہو سکتے ہیں۔ جیسے چھوت چھات کا نظریہ، مسلم دور حکمرانی میں اپنی محکومیت کا احساس، جدید تعلیم و تہذیب، تقسیم ہند۔

چھوت چھات کا نظریہ: بھارت کی مزہبی تاریخ کے مطابق چھوت چھات کا قبیح اور انسانیت سوز نظریہ یہاں قدیم زمانے سے ہی پایا جاتا ہے۔ ہر چند کہ آج کے اس سائنسی و ٹکنالوجی دور میں تعلیمی ترقی کے سبب اس نظریہ کی سختی میں کمی آنے کے ساتھ ساتھ اس میں یقین رکھنے والوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ کمی آئی ہے۔ لیکن آج بھی یہ نظریہ بھارت میں موجود ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علاقوں میں آج بھی اعلیٰ برادری والے ہندوؤں کے مندروں میں نسبتاً چھوٹی برادری والے ہندوؤں کو اجازت نہیں ہے۔ یہ نظریہ انسان کے بین الانسانی نقطہ نظر کو محدود کرتے کرتے قوم و قبیلہ یا خاندان تک میں سمیٹ کر رکھ دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد نسلی، نسبی، قومی اور گروہی و طبقاتی کشمکش شروع ہوجاتی ہے۔ بھارت ساج میں موجود جارحانہ قوم پرستی اور ہندو مسلم کشمکش میں اس نظریہ کے کردار سے کوئی بھی ذی فہم شخص انکار نہیں کرسکتا۔

محکومیت کا احساس: غیر مسلموں کی متعصّبانہ ذہنیت اور جارحانہ قوم پرستی و وطن پرستی کا سب سے بنیادی و مرکزی سبب مسلم شاہان ہند کے عہد حکمرانی میں اپنی محکومیت اور غلامی کا احساس ہے۔ بھارت کی تاریخ کے مطابق مسلمانوں نے یہاں تقریباً ایک ہزار سال تک بڑے روادارانہ، فیاضانہ اور عادلانہ انداز میں حکومت کی ہے۔ حالاں کہ مسلم حکمرانوں نے نہ یہاں کے قدیمی باشندوں کے اوپر زبردستی اپنی مزہب کو تھوپا، نہ ہی اپنی تہزیب و روایات کو اپنانے کے لئے ان پر جبر کیا اور انہیں ان کے مزہبی اشتعال سے روکنے کی کوشش کی، بلکہ انہیں ہر طرح کے شہری حقوق و مراعات عطا کئے، اس کے باوجود اس طویل دور حکمرانی کو اپنی غلامی و محکومی کا دور تصور کیا جارہا ہے اور اسی کے ردعمل کے طور پر آج مسلمانوں کے ساتھ تعصب، عناد اور جارحیت کو روا رکھا جارہا ہے اور اس طرح انہیں غلام و محکوم بنا کر رکھنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے۔

جدید تعلیم و تہذیب: جارحانہ قوم پرستی کا ایک بنیادی سبب جدید تعلیم و تہذیب بھی ہے۔ جو بھارت میں اجنبی ہونے کے باوجود انگریزوں کی پشت پناہی اور سرپرستی کے سبب پرورش پائی اور اس نے کثرت میں وحدت کا نمونہ پیش کرنے والے اس عظیم ملک کی قدیم روحانی و مزہبی اقدار و روایات کو بالکل تباہ و برباد کرکے رکھ دیا اور ان کی جگہ یہاں کے باشندوں میں ایسے جذبات و خواہشات ابھار دیے جو عریانیت، بے حیائی، بے پردگی اور آوارگی وغیرہ بہت سی بداخلاقیوں اور فحاشیوں کا

سرچشمہ ہیں۔جن کی وجہ سے بلا تفریق مذہب و ملت یہاں کے تمام باشندوں کو طرح طرح کی مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔اس جدید تعلیم وتہذیب نے جہاں ایک طرف بغیر کسی تفریق وامتیاز کے یہاں کے تمام لوگوں کو ذہنی غلامی میں مبتلاء کرر کھا ہے وہیں دوسری جانب اکثریت کے دل ودماغ میں قوم پرستی کا جزبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے۔جسے انگریزوں کی ”پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو“ والی نفرت انگیز تحریک نے جارحانہ قوم پرستی میں تبدیل کر دیا۔

تقسیم ہند: آزاد بھارت میں مسلمانوں کے خلاف جارحیت، عصبیت اور منافرت کے جو اشتعال انگیز جزبات پائے جارہے ہیں ان میں بڑی حد تک بھارت کی تقسیم کا بھی رول ہے۔دراصل سرحد پار کا قیام ہی بہت سے لوگوں کے نزدیک ناجائز تھا یہی وجہ ہے کہ آج کل بھی محض اس کا تصور ہی ان کی تکلیف کے لئے کافی ہوتا ہے۔سرحد پار کے تصور کا ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہونا تو خیر ایک فطری و قدرتی امر ہے کیونکہ سرحد پار کل تک اسی ملک کے جسم کا ایک اہم ٹکڑا ہوا کرتا تھا جسے انگریزوں نے اپنی دیرینہ عیاری و مکاری سے تقسیم کے آرے کے ذریعہ کاٹ کر الگ کر دیا۔اب ظاہر سی بات ہے کہ اس ملک کے باشندے اتنی جلدی اس تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کٹے ہوئے اعضا کو ہی بھلا سکتے ہیں۔

منافرت کو دور کرنے کی تدابیر: آزاد بھارت میں جارحانہ قوم پرستی، ہندو مسلم کشمکش ورسہ کشی اور منافرت و مخاصمت کی جو موجودہ صورتحال ہے اس سے ناامید اور مایوس ہونے کے بجائے مزہب مہذب اسلام کی روشن تعلیمات وہدایات کی روشنی میں ہمیں اس امر کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کی ضرورت ہے کہ عیار و مکار انگریزوں کے ذریعے ہمارے متعلق پھیلائی گئی بدگمانیاں دور ہوں اور ہم تمام ہندوستانی بلا کسی مزہبی امتیاز وتفریق کے ایک گھر اور ایک فیملی کے افراد کی طرح باہم شیر و شکر بن کر چین وسکون کی زندگی بسر کر سکیں۔اگر ہم حکمت وموعظت اور مثبت ومعتدل طریقوں سے غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے کے لیے جدوجہد کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ اکثریت کی موجودہ ذہنیت صاف نہ ہو جائے اور ہندوستان صحیح معنوں میں امن و امان کا عظیم گہوارہ نہ بن جائے۔میں یہ اس لیے تحریر کر رہا ہوں کہ انسان کی فطرت میں خیر اور بھلائی کا عنصر داخل ہے یہ تو ممکن ہے کہ عارضی اسباب وعوامل کے باعث انسان کی ذہنیت بدل جائے جس کی وجہ سے اس کے جذبہ خیر پر شر وفساد غالب آجائے اور اس طرح وہ شر ہی کو پسند کرنے لگے۔

اگر اقوام عالم اور مختلف ممالک کے باہم تعلقات کا تاریخی جائزہ لیا جائے تو اس بات کی کئی مثالیں مل جائیں گی کہ دو شدید ترین دشمن قومیں اور ممالک آپس میں شیر وشکر بن گئے۔زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں دوسری جنگ عظیم کے بارے میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ روس اور جرمنی اپنے تمام تر اختلافات و تنازعات کو پس پشت ڈال کر ایک نقطے پر متحد و متفق ہو گئے تھے اور یہ اتحاد صرف ہٹلر اور اسٹالن تک ہی محدود نہیں رہا تھا بلکہ دونوں ممالک کے باشندے بھی بڑی محنت کے ساتھ ایک دوسرے سے گلے مل رہے تھے یہ اور بات ہے کہ امتداد زمانہ کے ساتھ ان کے تعلقات پھر سے خراب ہوتے گئے اور آج وہ پھر ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

خود بھارت میں اگر آپ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے ماضی قریب کی تاریخ کا جائزہ لیں تو اس قبیل کی متعدّد مثالیں مل جائیں گی کہ اسی بھارت میں کبھی ہندو مسلم تعلقات اس قدر رسہ کشی اور آپسی منافرت و مخاصمت کا شکار ہوئے کہ ان کے لئے ایک دوسرے کو برداشت کرتے ہوئے سکون کے ساتھ رہنا ممکن نہیں رہا حتیٰ کہ مجبوراً ملک کو دولخت کرنا پڑا تو کبھی اسی ملک میں چشم فلک نے ہندو مسلم اتحاد کا یہ بہترین نظارہ بھی دیکھا کہ جب مسلمانوں نے تحریکِ خلافت چلائی تو غیر مسلم نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصّہ لیا اور خلافت کے نام پر منعقد کئے جانے والے جلسوں میں مسلمانوں کے ساتھ مل کر انہیں کی طرح اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بھی لگائے۔

موجودہ حالات میں تبدیلی کے امکانات: بھارت کے موجودہ حالات میں تبدیلی کے کئی امکانات موجود ہیں۔سب سے پہلے ہمیں اس بات کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ غیر مسلم یکساں طور پر مسلم دشمن نہیں ہے اور نہ یہ ہر ایک مسلمان کے خلاف یکساں تعصب وتنگ نظری کا شکار ہے۔ان میں آج بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے جن کی سوچ وفکر میں امن وآشتی، خیر خواہی اور ہر کسی کے احترام کے جذبات پائے جاتے ہیں۔وہ اپنی سوچ کو تعصب اور قوم پرستی کے اثرات سے بالکل خالی رکھتے ہیں۔ان میں آپ کو ایسے لوگ تو بہت ملیں گے جو اگرچہ وقت کی چلتی ہوئی رو سے متاثر ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی نفرت وبیزاری کا اظہار کرتے ہیں لیکن وہی لوگ اسلام اپنے دامنِ رحمت میں جو صداقتیں

رکھتا ہے انھیں تسلیم بھی کرتے ہیں اور نفرت کے باوجود بسا اوقات ہنگامی حالات میں وہ مسلمانوں کا تعاون بھی کرنے میں نہیں ہچکچاتے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انسان فطرتاً امن پسند واقع ہوا ہے اور مختلف ذریعوں سے اسلام اور مسلمان کے خلاف جو نفرت پھیلائی گئی وہ فطرت انسانی پر غالب نہیں آسکی ہے۔ ہمیں اس بات کو بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ تمام ہندو شرپسند نہیں ہیں بلکہ ایسے لوگوں کی کمی ہے جبکہ امن پسند زیادہ ہیں۔ اگر آپ اس بات کو نہ مانیں کہ پوری ہندوجاتی شرپسند نہیں تو گویا آپ اس فطرت انسانی کے منکر ہوں گے جو بہر حال امن اور خیر پر مبنی ہوتی ہے۔ آپ غور کریں کہ اگر تمام ہندوجاتی شرپسند ہوتی تو کشت و خون ریزی بلکہ مسلم نسل کشی کا منظم سلسلہ جو تقسیمِ ہند کے بعد شروع ہوا تھا اتنے پر ہی بند نہ ہو جاتا جتنا اس وقت رونما ہو چکا تھا بلکہ اس وقت پورا بھارت اس کی زد میں آجاتا اور کسی بھی مسلمان کا زندہ رہنا ممکن نہ ہوتا۔ کیوں کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد کے سرحد پار منتقل ہو جانے کی وجہ سے بقیہ بھارتی مسلمانوں کی اتنی حیثیت نہیں تھی کہ وہ ہندوؤں سے دو بدو مقابلے کرتے اور اپنے دفاع میں کامیاب ہوتے۔ دوسری طرف پڑوسی ملک بھی ان کے وجود کا ضامن نہیں بن سکتا تھا کیونکہ وہ ابھی طفلِ نوزائیدہ کی طرح تھا اور اپنے وجود و بقا کے سلسلے میں اسے خود خطرات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ایسے نازک ترین حالات میں بھی کشت و خون ریزی کا سلسلہ ملک کے چند علاقوں تک ہی پہنچ کر بند ہو گیا۔ قوی ترین اسباب موجود ہونے کے باوجود فسادات کے سلسلہ کا رک جانا یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ تمام ہندو شرپسند نہیں ہیں۔

اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیے کہ فسادات میں متعلقہ علاقوں کے سارے ہندو شریک نہیں ہوتے بلکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنھوں نے بسا اوقات اپنے کو خطرات میں ڈال کر فسادات کو روکنے اور مظلوموں کو تعاون فراہم کرنے کی کوششیں کیں۔ علاوہ ازیں ملک میں ایسے افراد بھی بکثرت موجود ہیں جو اس بات کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں کہ وہ شر و فساد کے واقعات میں ملوث ہوں لیکن ان کی شرپسندی اس درجے کو نہیں پہنچی ہے کہ وہ موانع کو بالکل نظر انداز کر کے ان میں مبتلا ہو جائیں۔ ضمیر کی ملامت، اپنے پڑوسیوں اور عام پبلک کا پاس و لحاظ اور حکومت کا خوف اور اس قسم کی دوسری چیزوں کا وہ لحاظ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو شر و فساد سے الگ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مذکورہ تمام باتیں اس حقیقت سے پردہ اٹھا رہی ہیں کہ پوری ہندوجاتی کے بارے میں مسلمانوں کی بدگمانیاں کسی بھی طرح درست نہیں ہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو بہت سے ہندوؤں کے ذہن کو اپنی طرف سے صاف کر سکتے ہیں۔

موجودہ حالات میں تبدیلی واقع ہونے کا ایک بہت امید افزا اور قابلِ اعتماد پہلو یہ بھی ہے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اس بات پر ہمارے کامل اعتماد اور پختہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اصل کارفرما رب العالمین کی ذاتِ اقدس ہے۔ اگر اس کی منشاء شامل ہو تو پل میں حالات بدل جائیں اور اسلام و مسلمانوں کے تعلق سے جو بدگمانیاں پھیلائی جا رہی ہیں وہ چند دنوں میں ایسے ختم ہو جائیں گی کہ گویا کبھی کوئی بدگمانی تھی ہی نہیں۔ بس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم حالات سے مایوس نہ ہوں اور بدگمانیوں کو دور کرنے کے لئے اپنی اخلاقی کوتاہیوں کا بھی محاسبہ کریں اور جہد پیہم اور عمل مسلسل کریں۔ کوشش کرنا ہم سبھوں کا فریضہ ہے اور کامیابی و کامرانی سے ہم کنار کرنا رب العالمین کے ذمہ ہے۔

یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ رب العالمین بلا سبب کسی قوم کو پریشانی اور مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا۔ مصیبت یا تو قوم کی کسی غلطی اور جرم کا نتیجہ ہوتی ہے یا اس کے ذریعے قوم کے ایمان اور حق پہ ثابت قدمی کی آزمائش اور پھر اس کی ترقی درجات مقصود ہوتی ہے۔ لہٰذا! ملک کے موجودہ حالات میں اپنی پریشانیوں کے تناظر میں ہمیں اپنا بھی احتساب کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ رب العالمین اور اس کے رسول ﷺ کے احکام و فرامین کی بجا آوری میں ہم سے کوئی کوتاہی ہو رہی ہے یا شرعی حدود کا پاس و لحاظ نہ رکھتے ہوئے ہم اپنے کو برائیوں سے نہیں روک پا رہے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں چاہیے کہ ہم جلد از جلد توبہ کریں اور قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں۔ خدا کرے کہ ملک میں پائی جانے والی جارحانہ فرقہ پرستی، انارکی، مسلم منافرت و مخاصمت اور ہندو مسلم کشمکش و رسہ کشی کا خاتمہ ہو اور اسلام و مسلمانوں کے متعلق پھیلائی گئی بدگمانیاں دور ہوں تاکہ ملک کے تمام باشندے بلا کسی مذہبی، نسلی، گروہی، طبقاتی اور علاقائی تفریق و امتیاز کے باہم شیر و شکر بن کر زندگی بسر کریں اور ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے سب مل جل کر جد و جہد کریں کہ یہی زندہ قوموں کا نشان امتیاز ہے اور اسی کے ذریعے ملک عالمی برادری میں وقار و احترام کا درجہ پاتا ہے۔ ■■■

شعاعیں

عید میلاد النبی ﷺ

۱۱؍ ربیع الاول شریف کے موقع پر مرکزی جلسۂ عید میلاد النبی ﷺ مبارک پور کا انعقاد حسب روایت سبزی منڈی میں ہوا، سرپرستی: جانشین حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ فرما رہے تھے اور بحیثیت خطیب خطیب الہند حضرت مولانا عبید اللہ خان اعظمی جلوہ گر تھے۔ قیادت نعیمِ ملت حضرت مولانا محمد نعیم الدین عزیزی اور نظامت کے فرائض جناب مولانا قیصر اعظمی فرما رہے تھے ہم ذیل میں خطیب عصر حضرت مولانا **مبارک حسین مصباحی** کا خطاب پیش پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ترتیب و پیش کش:

رحمت اللہ مصباحی

نحمدہ نصلی علی رسولہ الکریم.

اما بعد! محترم حضرات آپ اور ہم سب جانتے ہیں کہ یہ 11 ربیع الاول شریف کی شب ہے جس کی صبح صادق کے وقت اللہ تعالی نے اس دنیائے انسانیت میں اپنے پیارے محبوب اپنے حبیب مصطفی جان رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ حضرت علامہ آسی غازی پوری جو بہت بڑے اللہ کے ولی اور بہت بڑے شاعر بھی ہیں فرماتے ہیں۔

نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدۂ تر پر
کرم کریں وہ نشانِ قدم تو پتھر پر

جہاں تک میرا حافظہ ساتھ دے رہا ہے یہاں ماشاء اللہ تعالیٰ سامنے بائیں جانب قدم ناز مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے۔ یا رسول اللہ!

تمھارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹھہرتی نہیں عارض منور پر

آپ لوگ ماشاء اللہ موبائل رکھتے ہیں پہلے تو تصویر کھینچنا مشکل ہوتا تھا اب تو جب چاہو جس کی تصویر لے لو لیکن جس کی تصویر لی جاتی ہے وہاں نگاہوں کا ٹھہرنا لازم اور ضروری ہوتا ہے۔ میرے آقا کا چہرہ انور اتنا نورانی اور اس قدر زیادہ تابندہ تھا کہ کوئی امتی آپ کے چہرۂ انور کو جی بھر کر دیکھ ہی نہیں سکتا تھا ”نظر ٹھہرتی نہیں عارض منور پر“۔

پلا دے آج کہ مرتے ہیں رند اے ساقی
یہ کیا ضرور کہ جلسہ ہو حوض کوثر پر

اور دل کی بات ارشاد فرمائی ہے:

اخیر وقت ہے آسی چلو مدینے کو
نثار ہو کے مرو تربتِ پیمبر پر

اور اعلیٰ حضرت عشق و محبت میں ڈوب کر فرماتے ہیں:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اور یا رسول اللہ!

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

محترم حضرات! ہم اور آپ سب جانتے ہیں کہ روئے زمین پر بنی نوع انسان کا سب سے اہم ترین اور مقدس دن ہے، میں تفصیل میں نہیں جاکر انتہائی اختصار کے ساتھ آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت میں ہم سب کے آقا و مولا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ گر نہیں ہوئے تھے، عالم عرب میں لوگوں کے گھروں میں بچے اور بچیاں پیدا ہوتی تھیں تو وہ اپنی بچیوں کو باپ گڑا کھود کر زندہ دفن کر دیا کرتا تھا بچیاں روتی رہتی تھیں باپ باپ پکارتی رہتی تھی مگر باپ بھی ظلم و ستم کا ایسا پیکر ہوتا تھا پسینے میں شرابور ہے، بچی رو رہی ہے، آنکھوں میں آنسو ہیں، تڑپ رہی ہے اس کے باوجود اس کو باپ کا خیال تو آرہا ہے۔ مگر باپ نہیں سوچتا تھا کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنی بچی کو مٹی کے نیچے دفن کر رہا ہوں۔ اس طرح کی ایک دو

مثال نہیں بے شمار مثالیں ہیں۔

انسانوں کو غلام بنایا جارہا تھا، ایک انسان دوسرے انسان کا مالک ہو جایا کرتا تھا، انسان مارکیٹ میں انسانوں کو خریدتا اور بیچتا ہوا نظر آتا تھا، بہت ظلم وستم کا دور تھا، اور باندی بناکر عورتوں پر ظلم وجبر کیا جارہا تھا، وہاں اس کو اپنی زندگی گزارنے کا آزادانہ کوئی حق نہیں تھا۔ جس طرح ایک شوہر اپنی بیوی سے سب کچھ کرتا ہے، اپنی باندی کے ساتھ بھی کرنے کی اس کو اجازت تھی، اور بھی طرح طرح کے ظلم وستم کے ماحول میں انسان زندگی گزار رہا تھا۔ غریب انسان کو اپنی زندگی گزارنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ امیر انسان کے سامنے وہ وائٹ کپڑا نہیں پہن سکتا تھا۔ امیر انسان کے سامنے نچلے طبقے کا انسان اعلی جگہ پر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا تھا اس کو اتنی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی۔ بہت دور مت جائیے آپ ہندوستان کی سرزمین ہی کو دیکھ لیجیے یہاں پر بھی ذات پات کی بنیاد پر ظلم وستم کی انتہا ہو گئی تھی۔ غریب اور نیچے طبقے کے لوگوں کو یعنی جو برادری کے اعتبار سے نیچے ہوتے تھے، ان لوگوں کو مندر میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ان لوگوں کو کنویں پہ جانے کی اجازت نہیں تھی۔ ان لوگوں کو اوپر بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی۔ ان لوگوں کو اچھے کپڑے پہننے کی اجازت نہیں تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ ظلم وستم کی چکی میں ہمیشہ پستے ہوئے نظر آتے تھے، اور یہ سلسلہ تو آج بھی آپ کو کہیں نہ کہیں دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ گورنمنٹ اس پر نظر رکھتی ہے اور اسی کے ساتھ آپ دیکھیں یہ ملک روم ہے وہاں پر ظلم وستم کی انتہا ہوتی تھی عورتوں پر ایسا ظلم وستم ہوتا تھا اگر کسی عورت سے کوئی گناہ ہو گیا ہے اگر کوئی غلطی ہو گئی ہے تو عورتوں کو باضابطہ چوراہوں پر لایا جاتا تھا دو ہاتھیوں کو لایا جاتا تھا اور عورت کی ایک ٹانگ ایک ہاتھی کی ٹانگ میں باندھ دی جاتی تھی اور دوسری ٹانگ دوسرے ہاتھی کی ٹانگ میں باندھی جاتی تھی ان ہاتھیوں کو مختلف سمتوں میں دوڑا دیا جاتا تھا یہ شام کی سرزمین ہے وہاں پر بھی عورتوں پر ظلم وستم ہو رہا تھا۔ کیا کیا نہیں ہو رہا تھا اگر کوئی گنہگار عورت ہے اس عورت کو الٹا لٹکا دیا جاتا تھا، اور بالوں کی جانب سے اس میں آگ لگا دی جاتی تھی ان کا عقیدہ یہ تھا کہ آگ گناہوں کو جلا دیتی ہے۔ آگ انسان کو پاک پوتر بنا دیتی ہے۔ اسی طرح ظلم وستم ہو رہا تھا بیوہ کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں تھا اگر صبح کے وقت میں بیوہ کا چہرہ دیکھ لیا جاتا تو لوگ یہ سمجھتے تھے آج ہمارا دن خراب ہو گیا ہے۔ الٹے قدم اپنے گھر واپس ہو جاتا تھا۔ اگر کسی یتیم بچے یا بچی کو دیکھ لیا ہے تو انسان یہ تصور کرتا تھا آج ہمارا دن خراب ہو گیا ہے آج ہمارا وقت خراب ہو گیا ہے اسی طرح دنیا بھر میں ظلم وستم تھا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں تھا، شاذونادر توحید پرست تھے، عام طور پر بت پرست تھے، خانہ کعبہ 360 بتوں کا مرکز بنا ہوا تھا اس کا طواف کرتے تھے لوگ مگر ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، عورتیں بھی ننگی رہتی تھیں، مرد بھی ننگے رہتے تھے، اور کیا کچھ نہیں ہوتا تھا جب چاروں جانب سے پوری دنیا میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں آوازیں اٹھیں۔ بیواؤں نے کہا اے پالن ہار پیدا کرنے والے کسی مسیحا کو بھیج دے، جب پریشان غلاموں نے کہا کوئی ہمارا محافظ بھیج دے، جب یتیموں اور بیواؤں نے کہا کہ ہمارے لیے حفاظت کرنے والا بھیج دے وقت تو متعیّن تھا اللہ تعالی کی رحمت جوش میں آتی ہے اور سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بطن مبارک میں دونوں جہان کا مالک و مختار آخری نبی بن کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ مگر ان کو کوئی احساس نہیں ہوا کہ میرے پیٹ میں کوئی بچہ بھی ہے ایک نورانی فرشتے نے حمل رکنے کے چند ماہ کے بعد سوال کیا اے خاتون آپ کو کچھ معلوم ہے کہ آپ کے پیٹ میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے کوئی احساس نہیں۔ اتنا تو معلوم ہے کہ میری ماہواری بند ہو گئی ہے، اللہ اکبر اس فرشتے نے کہا اے خاتون تم بڑی خوش نصیب ہو اللہ تعالی نے اپنے پیارے اور آخری نبی کو آپ کے بطن مبارک کے اندر رکھ دیا ہے وہ نبی جو سارے نبیوں کا نبی ہے، جو سارے رسولوں کا رسول ہے، جو غریبوں کا مسیحا ہے یتیموں کا ماوا ہے، جو پریشان حال لوگوں کی پریشانیوں کو دور کرنے والا ہے، جو دنیا سے ظلم وستم کو ختم کرے گا وہ خانہ کعبہ سے 360 بتوں کو نکالے گا اور ایک اللہ کی توحید کا اعلان کرنے کے بعد کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اعلان کرتا ہوا نظر آئے گا اس کے بعد وہ فرماتی ہے کہ اس طرح میں نے پوری مدت حمل بڑی آسانی کے ساتھ گزاری۔ نہ کبھی میرے پیٹ میں تکلیف ہوئی، نہ مجھے کبھی بوجھ معلوم ہوا، بلکہ سرکار کی برکت سے وہ زمانہ انتہائی خوشیوں کے ساتھ میرا گزرا سبحان اللہ سبحان اللہ۔

12 ربیع الاول شریف کے صبح صادق کے وقت جب سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے بطن مبارک سے دونوں عالم کا دولہا مالک و مختار جلوہ گر ہوا۔ دنیا کا ہر انسان جانتا ہے جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے، روتے ہوئے پیدا ہوتا ہے وہ چیختے چلاتے ہوئے پیدا ہوتا ہے، وہ روتا ہے اہل خانہ ہنستے اور مسکراتے ہیں، بچہ زندہ ہے اس لیے وہاں پر خوشیوں کا ماحول ہوتا ہے، مٹھائیاں تقسیم کر کے خوشیوں کا اظہار ہوتا ہے۔ مگر قربان جائیے ہمارے آقا کے وجود ناز پر جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں آپ کے لبوں پر رونے کی کوئی آواز نہیں بلکہ آپ کا نورانی چہرہ مسکرا رہا تھا اور مسکرا کر زمانے کو یہ پیغام دے رہا تھا اے بیواؤ!

اب رونے کی ضرورت نہیں ہے تم کو بچانے والا آ گیا ہے، اے یتیمو! اب پریشان حال ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمھارے سروں پر ہاتھ رکھنے والا آ گیا ہے، اے غلامو! اب تمھاری غلامی کی زنجیروں کو توڑنے والا آ گیا ہے، اے یتیمو! اب تم کو پریشان حال ہونے کی ضرورت نہیں ہے، اے باندیو! اب تم کو ظلم و ستم کا نشانہ بننے کی ضرورت نہیں۔ ایسا نہیں تھا اس کو کوئی احساس نہیں تھا پیدا ہونے کے بعد اللہ کے رسول نے اپنے سر کو سجدے میں رکھ دیا اور عرض کرنے لگے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کیا اور سجدہ کرنے کے بعد زمانے کو خاموش یہ پیغام دیا کہ ایک کفر و شرک میں مبتلا انسان! اے ظلم و ستم کی زندگی گزارنے والے انسان! اب تم کو اپنا دور ختم کر لینا چاہیے اب ایک اللہ کا نعرہ لگانے والا اس دنیا میں آ گیا ہے سبحان اللہ اور دنیا کو یہ پیغام دینے والا آ گیا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہتے ہیں لوگ یہ خوشیاں منانا کہاں سے آ گیا۔ ہم بتانا چاہتے ہیں اسی وقت حضرت جبرائیل تشریف لائے تین جھنڈے لے کر آئے ایک مولد النبی پر لہرایا ایک خانہ کعبہ پر لہرایا اور ایک بیت المقدس میں جا کر لہرایا، اور زمانے کو یہ پیغام دے دیا کہ اے لوگو خوشیوں کے وقت میں جھنڈے لگانا غلط نہیں۔ یہ چراغاں کرنا کہاں سے؟ آپ کو معلوم ہونا چاہیے جب نبی رحمت مولد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں جلوہ گر ہوئے تو اللہ تعالی تمام آسمانوں کے ستاروں کو حکم دیا کہ تم نیچے کی جانب جھکو اور سب کے سب عام طور پر ستارے خانہ کعبہ کے اوپر تھے مولد النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر روشنی کر رہے تھے ہر طرف نور ہی نور تھا جگمگاہٹ ہی جگمگاہٹ تھی اب مجھے بتاؤ یہ چراغاں کرنا یہ روشنی کرنا کہاں سے غلط ہو گیا۔ یہ تو اللہ تعالی کا طریقہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کی آمد کے موقع پر چراغاں کیا اور اس نے اپنی شان کے مطابق چراغاں کیا۔ ہم ستارے تو نہیں جگمگا سکتے ہیں مگر قمقمے لگا سکتے ہیں، جھالر لگا سکتے ہیں، قندیلیں روشن کر سکتے ہیں اس لیے مسلمان یہ کرتا ہے تو یہ کہاں سے بدعت و شرک ہو گیا یہ تو سنت الہیہ ہے اب آپ دیکھیں دنیا کے اندر یہ جگمگاہٹ ہے ہر طرف خوشیوں کا ماحول ہے اور یہیں پر بس نہیں آپ کو بتاؤں عرب کا یہ طریقہ تھا کہ وہاں پر بچے جب پیدا ہوتے تھے تو گاؤں دیہات کے اندر وہاں کی آب اور وہاں کی فضا بڑی خوشگوار ہوتی تھی قبیلہ بنو سعد سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا اپنے گھر سے اور اپنے ساتھ کچھ اور خواتین کو لے کر مکے کی جانب چلتی ہیں کہ چلو بچوں کو لے آئیں اس لیے کہ ہر طرف خشک سالی ہے نہ بکریاں دودھ دے رہی ہیں نہ بھیڑیں دودھ دے رہی ہیں نہ اونٹنیوں کے تھنوں میں دودھ ہے بلکہ ہر طرف جنگلات میں بھی خشکی ہے پیسے کا پتہ نہیں ہے اپنی پریشانیاں دور کرنے کے لیے اپنی سواریوں سے چلیں مکے کی جانب اوروں کے پاس اچھی سواریاں تھی تیزی سے پہلے مکہ شریف پہنچی۔ ان نومولود بچوں کے لانے کا مقصد ہوتا تھا اچھے بڑے گھروں سے بچوں کو لے لیا جائے تاکہ اچھا انعام اور اچھی دولت مل سکے جب یہ حضرت دائی حلیمہ پہنچی تو سارے بچے دیے جا چکے تھے حضرت پیارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے دادا سے معلوم کیا گیا کوئی بچہ ہے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ بچہ تو ہے مگر ان کے باپ دنیا سے جا چکے ہیں اگر آپ لینا چاہو تو اس کو لے لو دائی حلیمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے انھوں نے ارشاد فرمایا کہ ایک بچہ ہے اگر آپ لینا چاہو تو اس کو لے سکتی ہو تو انھوں نے کہا خالی ہاتھ جانے سے تو بہت بہتر یہ ہے اسی بچے کو لے لیا جائے آپ پہنچتی ہیں، سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر پر دستک دیتی ہیں آواز آتی ہے کہ آپ کون ہیں؟ کہا میں دائی حلیمہ ہوں بچوں کو دودھ پلانے کا کام کرتی ہوں، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ ان کو بھی انتظار تھا، کہا: آئیے آئیے۔ معلوم کیا بچہ کہاں ہے؟ ارشاد فرمایا: اس کمرے کے اندر بچہ نومولود سو رہا ہے آرام کر رہا ہے۔ اپنے مخصوص انداز سے دائی حلیمہ رضی اللہ تعالی عنہا اس کمرے کی جانب بڑھیں ایک نوری پیکر سر پہ چادر ڈالے ہوئے سو رہا تھا اور اس سے ہلکی ہلکی شعائیں چھت کی جانب اٹھ رہی تھیں کچھ دیر کھڑی ہوئیں پیارے رسول نے اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے چہرے سے کپڑا ہٹایا جیسے ہی کپڑا ہٹایا دائی حلیمہ نے کہا کہ میں نے اب تک بے شمار بچوں کو دیکھا ہے مگر آج تک نہ اتنا نورانی چہرے والا بچہ کبھی میں نے دیکھا نہ اتنی حسین پیشانی کسی کی دیکھی نہ اب تک اتنے خوبصورت مسکراتے ہوئے لب کسی کے دیکھے اور جوش محبت میں آگے بڑھ کر اٹھایا اور سینے سے لگا لیا سینے سے لگانے کے بعد اپنے معاملات طے کرتی ہیں۔ معاملات طے کرنے کے بعد پیارے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو لے کر آپ دروازے کے باہر جاتی ہیں وہاں ان کی اونٹنی موجود تھی اس کو لے کر وہ اونٹنی پر بیٹھیں اے دائی حلیمہ آپ کیوں نہیں پہچان سکیں یہ کون ہیں مگر اونٹنی تو اچھی طرح جانتی تھی اللہ کے حکم سے کہ یہ کون ہے، جن کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بنایا ہے جن کے صدقے میں اللہ نے نبیوں کو پیدا کیا ہے جن کے فیضان سے اللہ نے رسولوں کو بھیجا ہے ساری کائنات کو ان کے صدقے میں پیدا کیا ہے اسے اونٹنی پر لے کر بیٹھی اب اونٹنی عالم ترنگ میں کچھ دوسرے ہی عالم میں تھی وہ کمزور اور ناتواں اونٹنی کے اندر اب طاقت بھی آ گئی تھی پھرتی بھی

آگئی تھی اور جوش اور جذبے میں تھی اور اسی شان کے ساتھ آگے بڑھی دائی حلیمہ بھی حیرت زدہ کہ آخر اس اونٹنی کے اندر طاقت و قوت اور اس قدر زیادہ طاقت یہ کہاں سے آگئی۔ آگے بڑھی جب اپنی قیامگاہ پر جو عارضی قیامگاہ تھی پہنچی تو دیکھا کہ اونٹنی کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ اس اونٹنی کے تھنوں میں دودھ نکالنے سے پہلے دائی حلیمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے داہنی چھاتی کا دودھ پیارے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیا رسول اللہ نے جی بھر کر اپنی دائی حلیمہ رضاعی ماں کا دودھ نوش فرمایا مگر جب انھوں نے چاہا کہ اپنی بائیں جانب کا دودھ بھی پیارے رسول کو پلائے رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عملی طور پر تیار نہیں ہوئے بلکہ وہ زمانے کو یہ پیغام دے رہے تھے: اے لوگو! میں بھی ہوں اور میرا ایک رضاعی بھائی ہے دائی حلیمہ کا حقیقی بیٹا ہے اگر دونوں جانب کا میں نے دودھ پی لیا تو اس کا حق مارا جائے گا۔ آج سائنس دنیا کو یہ بتاتی ہوئی نظر آتی ہے کہ دائیں جانب دودھ کم ہوتا ہے اور بائیں جانب عورت کے دودھ زیادہ ہوتا ہے اپنے بھائی کے لیے چھوڑا تو زیادہ والا حصہ چھوڑ دیا اور اپنے لیے خود کم لیا اور زمانے کو یہ پیغام دیا۔

آج دنیا یہ کہتی ہوئی نظر آرہی ہے کہ عرب کے پیغمبر نے دنیا کو ظلم اور دہشت گردی دی ہے۔ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں یہ کون ہیں اے فلسطین کی سرزمین پر خون بہانے والو تمھیں معلوم ہے یہ فلسطینی کس نبی کے ماننے والے ہیں جس نبی نے ماں کی گود میں دنیا کو عدل و انصاف کا پیغام دیا، سبحان اللہ سبحان اللہ۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کیا ہو رہا ہے ،فلسطین کے اندر کس طرح اسرائیل دہشت گردی کر رہا ہے اور عالم عرب تو نہ جانے وہ کہاں ہے، منحوسیت اس کا مقدر ہو چکی ہے۔ چند ممالک ضرور ساتھ دے رہے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ ایران بظاہر ساتھ میں ہے۔ ہم جانتے ہیں ترکی کچھ نہ کچھ ساتھ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ حزب اللہ کے مجاہدین ساتھ میں ہیں۔ یہ چند ممالک ہیں مگر ان ممالک کا کوئی مطلب نہیں ہے، اصل یہ ہے کہ جن لوگوں کو چاہیے تھا یہ سب اور 57 ممالک اگر ایک جگہ کھڑے ہو جاتے اپنی طاقتوں کو لے کر تو اب تک تو اسرائیل کا نام و نشان مٹا دیتے دنیا سے۔ زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتا، کیا ہوا ہمارے ہندوستان کو، آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔

بتانا یہ چاہتا ہوں کہ نبی اعظم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ماں کا دودھ پیتے ہوئے زمانے کو عدل و انصاف کا ایک پیغام دیا تھا اب اونٹنی کا دودھ دوہتی ہیں دائی حلیمہ خود بھی پیٹ بھر کر پیتی ہیں، اپنے شوہر کو بھی بھر کر پلاتی ہیں۔ پیارے آقا کو لے جانے سے پہلے اپنے ہاتھوں پر اٹھاتی ہیں اور خانۂ کعبہ کی جانب بڑھتی ہیں وہ چاہتی ہیں کہ حجر اسود کا بوسہ دلا دوں مگر اے دائی حلیمہ آپ تو نہیں پہچان پا رہی ہیں یہ کون ہیں مگر حجر اسود اچھی طرح پہچانتا ہے یہ کون ہیں جن کے صدقے میں اللہ تعالی نے زمین و آسمان جن کے صدقے میں پیدا کیے اور خانۂ کعبہ کو یہ تقدس عطا کیا۔ خانہ کعبہ میں حجر اسود کے سامنے وہ پیارے حبیب کو لے کے جاتی ہیں اور بڑھ رہی ہیں تاکہ حجر اسود کا بوسہ دلائیں مگر حجر اسود اپنی جگہ سے اوپر نیچے اور دائیں بائیں ہلا اور نکل کر قدم ناز مصطفی کو بوسہ دے رہا تھا اور زمانے کو یہ بتا رہا تھا یہ پیارے حبیب کون ہیں ذرا ان کو پہچانو سبحان اللہ سبحان اللہ۔

اے دائی حلیمہ اب کس کی دعا لگ گئی ہے تمھاری سواری کو اب تک تو بوڑھی تھی انتہائی کمزور تھی چلنے پھرنے کے لائق نہیں تھی مگر اونٹنی اتنی تیز دوڑ رہی ہے مگر ان کو کیا معلوم تھا اونٹنی کو کھلایا پلایا نہیں ہے دونوں عالم کا مالک مختار اونٹنی کی پشت پر بیٹھا ہوا ہے اس کے اشارۂ ابرو سے زمانے کا نظام چلتا ہے۔ وہ پیارے حبیب کو لے کر اپنے قبیلے میں پہنچتی ہیں اور حیرت انگیز قسم کے معجزات کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ اپنے پالنے میں اپنے بچے پیارے مصطفی کو لٹایا حسن اتفاق چودھوی کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا پیارے رسول اپنے ننھے ہاتھوں سے اشارہ کر رہے تھے دیکھتی ہیں کہ جدھر پیارے رسول کی انگلی جاتی ہے چاند بھی ادھر ہوتا ہے پائیں جانب انگلی جاتی ہے چاند بھی بائیں جانب جاتا ہے داہنی جانب ہاتھ جاتا ہے تو دور سے دیکھا تو ہو سکتا ہے کہ شبہ ہو قریب آکر دیکھا تو منظر وہی تھا۔ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں لوگو ہم کو اللہ تعالی نے مٹی سے پیدا کیا ہے اس لیے مٹی کے کھلونوں سے ہمارے بچے کھیلا کرتے ہیں اور اللہ تعالی نے اپنے حبیب کو اپنے نور سے پیدا کیا تھا سب سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے نور سے اپنے حبیب کے نور کو پیدا کیا تھا اس لیے وہ نوری کھلونے سے کھیلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

اب میں بتانا یہ چاہتا ہوں ایک دن آپ بیٹھی ہوئی تھی بکریاں کا ریوڑ سامنے سے گزرنے لگے تو دیکھا کہ ایک بکری آگے آتی ہے اور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ابھی عمر ہی کیا تھی جو بھی عمر ہوا ابھی ایک سال یا دو سال سے کم ہی کی عمر رہی ہوگی بکریاں آتی ہیں اور نبی پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے قدموں میں سر رکھتے ہوئے آگے بڑھتی ہیں اور زمانے کو یہ مزاج دے رہی ہیں: اے لوگو! اس کو معمولی بچہ مت سمجھنا اللہ تعالی نے ان کے اندر وہ طاقت رکھی ہے کہ جب چاہیں گے تو ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹا سکتے ہیں۔ یہ جب چاہیں گے چاند کے دو

ٹکڑے کرسکتے ہیں، یہ جب چاہیں گے قدم پتھر پر رکھیں گے تو نشان پا ابھرتا ہوا نظر آئے گا ہاتھ میں اگر تلوار کی جگہ لکڑی توڑ کے دے دیں گے تو وہ تلوار بنتی ہوئی نظر آئے گی اگر دشمن کو نگاہ غضب ڈالیں گے تو تباہ و برباد کر دیں گے، نگاہ رحمت کسی پہ ڈالیں گے جہنمی ہوگا تو جنتی ہوتا ہوا نظر آئے گا اور یہ لڑکیوں کے وجود کو عورتوں کے وجود بچانے کا زمانے کو یہ پیغام دیتا ہوا نظر آئیں گے۔

ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں یہ تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بچپن کا دور تھا۔ اب دیکھی بڑی تیزی کے ساتھ میں چاہتا ہوں چند گوشے آپ لوگوں کے حوالے کروں اب میرے آقا کی عمر 40 سال کی ہوتی ہے میرے آقا اپنی نبوت کا اعلان فرمادیتے ہیں مگر سوال یہ پیدا ہوا کہ آخر 12 ربیع الاول شریف کے موقع پر یہ چراغاں کرنا یہ روشنی کرنا اور یہ جلوس نکالنا جلسے کرنا یہ کہاں سے ثابت ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے میرے آقا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مکے سے ہجرت فرما کر مدینہ شریف تشریف لے جا رہے تھے جو آپ کے ساتھ گئے وہ بھی آپ جانتے ہیں۔ مدینے کے لوگ انتہائی بلند اخلاق اور خوش قسمت تھے وہ روز شام کو انتظار کرتے تھے معلوم ہو چکا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔ ایک دن منادی نے ندا کی کہ ہم سب کے آقا آچکے ہیں آپ آگے آئیے روزانہ قطار لگا کر انتظار کرتے تھے، مگر آج جلوس کا عالم بن جاتا ہے، واہ۔ ایک صحابی جس نے آنے کے بعد کلمہ پڑھا 70 دیگر حضرات تھے، انھوں نے بھی کلمہ پڑھا اسی وقت اپنا عمامہ شریف کھول کر نیزے کے اوپر ڈالا اور جھنڈا بنا کر زمانے کو یہ پیغام دیا مرحبا مرحبا مرحبا یا رسول اللہ! واہ وا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے چھوٹی چھوٹی بچیاں دف لے کر طلع البدر علینا پڑھ رہی تھیں، بچہ بچہ سراپا شوق بنا ہوا تھا انتظار کر رہا تھا نبی محترم تشریف لا رہے ہیں اب میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ ہم نے قرآن عظیم کی جو آیت کریمہ تلاوت کی ہے اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی آمد پر خوشیاں مناؤ۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے ہر طرح کی خوشی منانا جو شریعت میں جائز ہے ان تمام خوشیوں کو اپنے اپنے انداز سے آج سے نہیں عہد رسالت سے لے کر آج تک زمانہ مناتے ہوا آرہا ہے۔ مبارک پور کے لوگ اپنے حساب سے خوشیاں مناتے ہیں مغربی بنگال کے لوگ اپنے حساب سے خوشیاں مناتے ہیں رام پور مراد آباد، دہلی کے لوگ اپنے طریقے سے خوشیاں مناتے ہیں بمبئی کے لوگ اپنے حساب سے خوشیاں مناتے ہیں مگر اسی طرح دیگر ممالک ہیں عرب کے اپنے حساب سے مناتے ہیں ایران کے اپنے حساب سے مناتے ہیں اسی طرح مختلف ممالک کے اندر اپنے اپنے حساب سے خوشیاں منائی جاتی ہیں مگر جو شریعت کے اندر جائز ہے جس کی حرمت کا کوئی حکم نہیں ہے وہ خوشیوں میں شامل کرنا بہت اچھی بات ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اجازت ہی نہیں دی ہے بلکہ حکم دیا دیا ہے خوشیاں منانا حکم باری تعالیٰ ہے، نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آمد کی خوشیاں منانا ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مطلب یہ ہوا کہ انسان پر عبادت فرض ہے وہ کرنی ہی چاہیے مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پر خوشیاں منانا ایک انسان کا اخلاقی تقاضہ بھی ہے یہ ایمان کا تقاضا بھی ہے یہ حکم الٰہی بھی ہے اور پوری دنیا میں اہل سنت و جماعت ہر دور کے اندر خوشیاں مناتے رہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیے مبارک پور کے لوگ ماشاءاللہ اور ہندوستان کے بہت سے لوگ حج و زیارت کے لیے جاتے ہیں 1924 سے پہلے سعودی عربیہ کے اندر باضابطہ طور پر جشن عید میلاد النبی کے جلوس نکلتے تھے، میلاد النبی کی محفلیں سجائی جاتی تھی، عجیب و غریب چراغاں ہوتے تھے، فضائل رسول بیان کیے جاتے تھے۔ 26 سال پہلے آپ کا یہ خادم حج و زیارت کے لیے حاضر ہوا مکہ شریف میں یہی حالت تھی جو آج ہے مگر شیخ محمد بن علوی المالکی کی خانقاہ میں بندہ حاضر ہوا قسم خدا کی ایسا میلاد پاک میں صحیح بتا رہا ہوں وہاں سلام پڑھنے کا انداز کھڑے ہو کر میں نے اپنی پوری زندگی میں کہیں نہیں دیکھا جو وارفتگی میں نے دیکھی واہ واہ یمن کے مشائخ تھے وہاں پر دیگر ممالک کے مشائخ بھی تھے اور جس طرح وہاں پر میلاد کسے پہلے کتابیں تقسیم کی گئیں، انھیں حاضرین نے پڑھنے کی سعادت حاصل کی، پھر اس کے بعد بیان ہوا عربی میں اور جب عربی میں سلام پڑھا ہے تو کس قدر وارفتگی کے ساتھ پڑھا جا رہا تھا میرے پاس الفاظ نہیں ہیں واہ واہ جس طرح وارفتگی مشائخ کی اور علماء کی اور عوام کی ہم نے دیکھی، بہت عجیب و غریب حیرت انگیز بات مدینہ منورہ میں حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین مدنی قدس سرہ العزیز کی خانقاہ میں بندہ حاضر ہوا اور بھی لوگ جاتے ہیں مختلف ممالک کے علما اور مشائخ جلوہ بار ہوتے ہیں، حضور حافظ علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی ملت علیہ الرحمہ بھی وہاں تشریف لے گئے تھے آپ نے جو تقریر فرمائی تھی آج بھی وہ تقریر موجود ہے اور احقر مبارک حسین مصباحی نے اس کو باضابطہ نوٹ کر کے ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع کیا ہے اور اس کو آج بھی آپ سن سکتے ہیں۔ حج و زیارت کے موضوع پر فضائل رسول پر مبارک حسین آج تک کسی فاضل ربانی سے اتنی خوبصورت تقریر نہیں سنا جو آج

آپ سنی سکتے ہیں سبحان اللہ اتنی خوبصورت تقریر ہے اور وہ وہیں کی ہے حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین رضوی مدنی جو سیالکوٹ، پاکستان سے منتقل ہوکر عشق رسول کی بنیاد پر وہاں رہنا شروع فرما دیا تھا ہم جب گئے تھے تو ان کے بیٹے حضرت شیخ رضوان احمد مدنی تھے ان سے ملاقات ہوئی ماشاءاللہ خانقاہ میں تو آنے جانے والوں کو سلسلہ لگا ہی رہتا تھا بڑی اچھی ملاقات بھی ہوئی اور وہاں جو میں نے میلاد النبی کا منظر دیکھا میری آنکھوں نے اپنی زندگی میں کبھی اتنا دلکش منظر نہیں دیکھا۔ کیا وارفتگی تھی اور کیا شوق تھا اور کیا ذوق و شوق کا حیرت انگیز منظر تھا، میں وہاں پہ ماشاءاللہ دو مرتبہ حاضر ہوا اور ماشاءاللہ سب جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا جو سچے عشاق کی مجلسوں میں ہوتا ہے، ملاقات بڑی خوبصورتی کے ساتھ ہوئی اور معلوم ہونا چاہیے آپ کو کہ آپ کے سعودی عربیہ کے چوراہوں پر پابندی ہے، مسجدوں میں نہیں کر سکتے، مگر خانقاہوں میں آج بھی میلاد النبی کی محفلیں ہوتی ہیں، گھروں میں آج بھی محفل میلاد النبی ہوتی ہے ،اور جو وارفتگیِ شوق ہے قسم خدا کی میں ان کی تعبیر نہیں کر سکتا میرے آقا وہاں رہے ہیں میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تعلیم دی ہے اور پوری دنیا کو وہیں سے پیغام میرے آقا اور نبی نے عام فرمایا ہے اب اپ سوچتے ہوں گے یہ کہاں کہاں سے لا رہا ہے۔

آؤ چلو دہلی کی سرزمین پر ایک بہت بڑے محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت علامہ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی کون نہیں جانتا ہندوستان کے اندر جو حدیث شریف کا درس عام کرنے والی شخصیتیں دو ہیں، ایک کا نام شیخ عبد الحق محدث دہلوی اور دوسرے کا نام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہے اور دونوں میں عشق رسول کا عالم ہی میرا نرالا تھا۔ اب میں بتاؤں آپ کو حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کوئی معمولی علم و فضل کی شخصیت نہیں ہیں۔ موٹی موٹی حدیث پاک کے موضوع پر آپ نے کتابیں لکھی ہیں علما مشائخ کے احوال آپ نے جمع کیے ہیں جس کا نام اخبار الاخیار ہے۔ آپ نے اپنے حالات بھی وہاں پر رقم فرمائے ہیں نوٹ کیے ہیں آپ کا عالم یہ تھا کہ مطالعہ کرتے تھے تو اب پہلے چراغ ہوتے تھے اج تو لائٹیں ہیں آنکھ لگ جاتی تھی، کئی دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ مطالعہ کے دوران سر کے بالوں میں آگ لگ گئی۔ آپ نے مکہ شریف میں بھی اکتساب فیض کیا اور جگہ بھی آپ نے فیضان کو عام کیا، آپ نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں اسی اخبار الاخیار کے اخر میں آپ نوٹ فرماتے ہیں لکھتے ہیں کہ اے اللہ میں نے بہت سی دعوت و تبلیغ کی ہے، بہت سی کتابیں لکھی ہیں بہت سی شروحات لکھی ہیں بہت سی کتابوں کے متون میں لکھے ہیں مگر اے اللہ کہیں نہ کہیں سے اس میں مجھے خود شبہ ہو رہا ہے کہیں نہ کہیں سے ریاکاری اور دکھاوے کا کوئی نہ کوئی تصور ہے مگر ایک عمل میرا ایسا ہے کہ جس عمل کی بنیاد پر میں پورے یقین سے کہتا ہوں میرے مولا اس میں کہیں سے بھی کسی قسم کی ریاکاری اور دکھاوے کا کوئی تصور نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر میں میلاد شریف کی محفل سجاتا تھا اور کھڑے ہو کر تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صلوۃ سلام پڑھا کرتا تھا۔ یہ کون محقق علی الاطلاق ہیں جنہوں نے علم حدیث کی تعلیم کو ہندوستان کی سرزمین پر عام کیا ۔آپ نے حرم شریف میں بھی پڑھایا ہے اور ہندوستان کے بہت بڑے عالم فاضل جمیل تھے۔ آج بھی ان کی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ یہ پورا خاندان ہی ماشاءاللہ عشق و محبت میں وارفتہ رہتا ہے، اب دیکھو ان کے بعد بہت بعد دہلی کی سرزمین پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی پیدا ہوئے اپ یہ خانقاہی مزاج کے خاندان میں پیدا ہوئے آپ کے والد صاحب حضرت شاہ ابو الخیر دہلوی قدس سرہ بھی بہت بڑے عالم بہت بڑے فاضل اور بہت بڑے عاشق رسول تھے ہر سال 12 ربیع الاول شریف کے موقع میلاد النبی کی محفل سجاتے تھے، کھانا بنواتے تھے اور لوگوں کو کھلاتے تھے، ایک سال ایسا ہوا کہ پیسے کم تھے، کچھ ہی سکے موجود تھے۔ آپ نے بھنے ہوئے چنے حاصل کی،ے انھیں پیسوں سے اور میلاد النبی کی محفل اور کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنے کے بعد لوگوں میں انہیں چنوں کو تقسیم کر دیا ایصال ثواب کے بعد اس کے بعد رات کو قسمت جاگتی ہے وہ دونوں عالم کے مالک و مختار ہمارے اور تمھارے سب کے اقا و مولا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خواب میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ تمھارے چنوں میں تو مزہ آگیا بڑی اچھی خوشبو تھی اور کھانے میں اس کا لطف بھی کچھ اور تھا۔

بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اولیاے کرام بھی فاتحہ کرتے تھے، میلاد النبی ﷺ کے بعد کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھتے تھے اور بعض خوش قسمت اس کے بعد خواب میں رسول پاک کا جلوہ زیبا بھی دیکھ لیتے تھے اور ان سے اپنے دل و دماغ کی تسکین بھی حاصل کرتے تھے معلوم کیا ہوا جب رسول پاک کی بارگاہ میں بھنے ہوئے چنے پہنچ جاتے ہیں تو بریانی نہیں پہنچتی ہوگی، گوشت روٹی نہیں پہنچتی ہوگی یا دیگر مٹھائیاں نہیں پہنچتی ہوں گیں، یقینا پہنچتی ہوگی، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک فاتحہ ہو تو قبول ہو یا نہ ہو مگر میرے رسول پاک نے فاتحہ قبول فرماں کر ان کو مژدۂ جانفزا بھی سنا دیا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ

اپ نے جو فاتحہ کی اور ایصال ثواب کیا وہ ہم تک پہنچ گیا ہے۔ ماشاءاللہ بھنے ہوئے چنے انتہائی لذیذ تھے حضرت شاہ ولی اللہ مزید لکھتے ہیں کہ ایک بار میں حرم شریف میں گیا۔ پہلے تو بات الگ تھی اب تو ایک مدت ہوتی ہے کہ 40 دن کے اندر واپس آنا ہے۔ مگر پہلے ایسا نہیں تھا، کئی کئی سال تک لوگ وہاں ٹھہر جاتے تھے۔ جس مقام پر رسول پاک صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی ولادت ہوئی ہے۔ آج بھی زمانے نے اس کو محفوظ رکھا ہے۔ اسی مقام پر میلاد النبی کی محفل منعقد ہوئی تھی، حضور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ میں اس مقدس محفل میں شریک ہوا تو میں نے دیکھا کہ درمیان میں دو نور کی لہریں نکل رہی ہیں، آسمان کی جانب، تو میں سمجھ نہیں پایا کہ یہ نور کی دو لہریں کیوں نکل رہی ہیں، میں نے اسی وقت مراقبہ کیا اور مراقبہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ ایک نور کی لہر تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے اور دوسری جانب فرشتے زمین سے اسمان پر قطار لگائے ہوئے ہیں، دوسری نور کی لکیر ان کی ہے، بتانا یہ چاہتا ہوں کہ محفل میلاد النبی منعقد کرنا یہ کوئی وقت بربادی کا کام نہیں ہے یہ خوش نصیبوں کی بات ہے یہ خوش بختی کی بات ہے۔ اللہ تعالی نے اپنے آخری رسول کو اس دنیا میں بے شمار فضائل و مناقب کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ آقا کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، و انما انا قاسم و اللہ یعطی۔ بانٹتا میں ہوں، اللہ تعالی عطا فرماتا ہے، عرض کرنا یہ چاہتا ہوں کہ اب آپ غور فرمائیں کہ یہ محفل میلاد کتنی بابرکت مجلس ہے، اگر رسول پاک کے فضائل و مناقب بیان کیے جائیں تو یہ خوش نصیبی کی بات ہے۔

سرکار کی آمد سے ایک ہزار سال پہلے کی بات ہے، یمن کا ایک بادشاہ نکلا پہنچتے پہنچتے مدینہ پاک پہنچ گئے، آپ کے ساتھ علما و مشائخ تھے، محدثین تھے، عشاق تھے، روایت یہ ہے کہ چار سو یا چار ہزار دونوں روایتیں ہیں۔ یہ لوگ نکلے رات گشت کرنے کے لیے، ان کو معلوم ہوا، انہوں نے دیکھا کہ ایک مقام پر نور کا فوارہ جاری ہے، وہ لوگ حیرت میں پڑے، وہ پڑھے لکھے لوگ تھے، کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اس نتیجے پر پہنچے کہ اللہ کا آخری رسول اسی زمین پر تشریف لائے گا اب ان لوگوں نے عہد کیا کہ ہم یہاں سے نہیں جائیں گے، چاہے بادشاہ ہماری گردن ہی کیوں نہ کاٹ دے۔ اب جو بڑا عالم تھا وہ پہنچتا ہے بادشاہ کی بارگاہ میں اور جانے کے بعد کہتا ہے بادشاہ سلامت ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ہم لوگ یہاں مستقل مقیم ہو جائیں۔، یہاں کا پانی بڑا ٹھنڈا نکل رہا تھا اور ہوا بڑی اچھی چل رہی ہے۔ بادشاہ نے کہا کیا۔ پانی بہت اچھا لگ گیا یہاں کا، کیا ہوا بڑی اچھی لگ رہی ہے یہاں کی؟ کہا حضور یہ بات نہیں ہے، ہم جب رات میں نکلے تھے تو ہم نے نور کا فوارہ دیکھا۔ اسی وقت ہم نے غور کیا، کتابوں کا مطالعہ کیا، اپنے دلائل کو جمع کیا، اور اس نتیجے پر پہنچے کہ نبی آخر الزماں اسی زمین پر جلوہ گر ہوں گے، تشریف لائیں گے، اس لیے ہم نے یہ عہد کیا ہے، کہ ہم یہیں اپنی زندگی کے باقی دن گزارنا چاہتے ہیں، بادشاہ نے کہا کہ اچھا، آپ دکھاؤ کہ کہاں سے کیا کیا دلائل ہیں۔ علما اور مشائخ کوئی معمولی نہیں تھے۔ اپنے دلائل جمع کرنے کے بعد دکھائے۔ بادشاہ مطمئن ہو گیا۔ اس نے کہا کہ پروگرام بنا چکے ہو؟ تو میں کہاں جاؤں گا۔ میرا گھر بھی یہیں بنا دو۔ اب تو سب کا ایک ایک منزل مکان بنا۔ بادشاہ کے لیے دو منزل مکان تعمیر کرایا۔ دو منٹ کی بات ہے سن لو۔ بادشاہ کا مکان دو منزل بنا۔ سب سے بڑے عالم کی ذمہ داری سونپی اور پھر بادشاہ نے کہا کہ تم ایک خط لو اگر تمھاری زندگی میں رسول پاک پیدا ہو جائیں۔ تو میرا اسلام کہہ دینا۔ اور ان کو یہ خط پیش کر دینا۔ کہا اگر میں اس وقت تک نہ رہ سکا تب، کہا اپنی اولاد کو، پھر اپنی اولاد کو، اسی طرح سے ذرا آگے بڑھتا رہے۔ یہاں تک کہ انھی کی اولاد میں حضرت ابوایوب انصاری ہیں حضرت ابوایوب انصاری اسی عالم ربانی کی اولاد میں سے ایک ولدِ صالح ہیں۔ رسول کریم جب ہجرت کر کے مدینہ پاک پہنچے۔ سب لوگ چاہتے تھے ہمارے یہاں اونٹنی رک جائے۔ آقا نے ارشاد فرمایا، اونٹنی جہاں چاہے رکے وہیں پر ان کو ٹھہرنا ہے، اونٹنی کو سبز چارہ دکھایا جاتا رہا، مگر اونٹنی خوب جانتی تھی رکنا کہاں ہے، وہ گھر دراصل حضرت ابوایوب انصاری کا نہیں تھا بلکہ بادشاہ نے رسول نبی آخر الزماں کے لیے تعمیر کروایا تھا۔ اس لیے میرے آقا کی اونٹنی اسی مقام پر رکتی ہے سارے لوگوں کی حسرتیں تھیں، سب چاہتے تھے کہ ہمارے گھر رکیں۔ آقا وہاں ٹھہرے اور اسی مکان میں رہے۔ تفصیل کا موقع نہیں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے اقا و مولا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔ اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔

اللہ تعالی ہم سب کو ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انھی چند جملوں پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں جو کچھ کہا گیا یہ بہت مختصر سی باتیں تھی۔

شعاعیں

تصوف-تربیتِ نفس کا روحانی نظام

ڈاکٹر مفتی علی جمعہ (سابق مفتی اعظم مصر)

ترجمہ: آفتاب رشکِ مصباحی

تصوف اس روحانی تربیت و سلوک کا نام ہے جس کے ذریعے ایک مسلمان مرتبۂ احسان پر فائز ہوتا ہے، جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی: أن تعبد الله كأنك تراه، فإن لم تكن تراه فإنه يراك۔ (متفق علیہ)

تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو یہ یقین رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

دوسرے لفظوں میں تصوف ایک تربیتی نظام ہے جو انسان کے نفس کو ان تمام بیماریوں سے پاک کرتا ہے جو اسے اللہ سے دور کرتی ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ، دوسرے لوگوں کے ساتھ اور خود اپنی ذات کے ساتھ تعلقات بنائے رکھنے میں جو نفسیاتی اور اخلاقی کمزوریاں ہوتی ہیں یہ نظام تصوف ان کو بھی دور کرنے پر توجہ دیتا ہے۔ تصوف وہ تربیت گاہ ہے جہاں نفس کو پاکیزہ اور اخلاق کو ستھرا کیا جاتا ہے، اور شیخ اس راہ میں طالب و مرید کا مربی و استاد ہوتا ہے۔

انسانی نفس اکثر کئی قسم کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، مثلاً: تکبر، خود پسندی، انانیت، بخل، حرص، غضب، ریا، کینہ اور دھوکہ وغیرہ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے:

میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا۔ بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے، مگر یہ کہ میرا رب کسی پر رحم فرمائے اور بے شک میرا رب بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ (سورہ یوسف: ۵۳)

یہی وجہ ہے کہ اسلافِ کرام نے اخلاقی بیماریوں سے نفس کی تربیت و تطہیر کی ضرورت کو محسوس کیا تاکہ انسان معاشرے میں خوش اخلاقی سے رہتے ہوئے سیر الی اللہ کی منزلیں طے کر سکے۔

تصوف اور صوفیہ سے تعلق قائم کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ چند چیزوں کا ہر لمحہ خیال رکھیں:

احکام و معمولات میں کتاب و سنت کی پابندی کہ صوفی کا طریقہ ہی کتاب و سنت کا پابند ہونا ہے اور جو کوئی کتاب و سنت کا پابند نہیں ہوتا اس کا تصوف اور صوفیہ سے کوئی تعلق بھی نہیں ہوتا ہے۔ کیوں کہ صوفیہ مخالف کتاب و سنت راہ کی نہ صرف تردید کرتے ہیں، بلکہ اس طرز عمل سے اپنے مریدین کو روکتے اور منع بھی کرتے ہیں۔

طریقت شریعت کا جوہر اور مغز ہے۔ لہذا، طریقت کی تعلیم شریعت سے جدا ہو کر نہیں پائی جائے گی۔ در اصل تصوف ان تین بنیادی مظاہر کا نام ہے جس کی ترغیب قرآن مقدس نے دی ہے۔

ان میں ایک نفس کی دیکھ بھال، اس کا محاسبہ اور تزکیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔ پھر اس پر اس کی بدی اور نیکی کا الہام کیا۔ بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ اور بے شک وہ خائب و خاسر ہوا جس نے اس کو آلودہ و پراگندہ کیا۔ (سورہ الشمس: ۷-۱۰)

دوسرا: کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے ایمان والو! کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ (سورہ احزاب: ۴۱)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یعنی تمھاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

(سنن ابن ماجہ، ح: ۳۰۷۵)

تیسرا: دنیا میں زہد اور لاتعلقی اختیار کرتے ہوئے آخرت کی رغبت رکھنا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دنیوی زندگی محض کھیل اور تماشہ ہے، جبکہ آخرت کی زندگی اہل تقویٰ کے لیے سراپا خیر ہے تو کیا تم یہ بات نہیں سمجھتے ہو؟

(سورہ انعام: ۳۲)

تصوف کی راہ میں شیخ کا مقام و مرتبہ جو مریدین کو ذکر و اذکار کی تلقین کرتا ہے، نفوس کو برائی سے پاک کرنے اور دلوں کو بیماریوں سے شفا دینے میں ان کی مدد کرتا ہے، ایک ایسے استاد کی طرح ہوتا ہے جو ہر مرید و طالب کے لیے مناسب ترین طریقہ اختیار کرتا ہے۔ یہی نبی کریم

ﷺ کا بھی طریقہ تھا کہ وہ ہر انسان کو اس کے نفس و مزاج کے مطابق وہی نصیحت فرماتے تھے جو اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کر دے۔ چناں چہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جو مجھے اللہ کے غضب سے دور کر دے، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غصہ نہ کرو۔ دوسرا شخص آیا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں جسے میں مضبوطی سے تھام سکوں، تو اس سے فرمایا: تمھاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے۔

ان ہی سب وجوہات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض رات کو قیام زیادہ کرتے، بعض قرآن کی تلاوت زیادہ کرتے، بعض جہاد میں پیش پیش رہتے، بعض ذکر میں زیادہ مصروف رہتے، اور بعض صدقہ میں آگے رہتے۔ لیکن، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان ایک چیز میں مشغول ہو جائے اور دوسری تمام عبادتوں کو چھوڑ دے، بلکہ جملہ فرائض و واجبات کی پابندی کے ساتھ کوئی خاص عبادت ہوتی ہے جسے سالک اللہ کی طرف پہنچنے کے لیے زیادہ کرتا ہے، اور اسی عمل کے مطابق جنت کے دروازے بھی جدا جدا ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لکل أهل عمل باب من أبواب الجنة، يدعون بذلك العمل ولأهل الصيام باب يدعون منه يقال له الريان۔ (صحیح بخاری، ح:۱۸۹۷)

ہر عمل کرنے والے کے لیے جنت میں ایک دروازہ ہوگا، جس سے اسے بلایا جائے گا، اور روزے داروں کے لیے جو دروازہ ہوگا اسے ریان کہا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح شیخ مرید کے احوال کے مطابق ان کے لیے الگ الگ طریقہ کار منتخب کرتا ہے، کیوں کہ اس راہ کے اسالیب و مناہج جن کو اختیار کر کے بندہ واصل الی اللہ ہو سکتا ہے، متعدد ہیں۔ لہٰذا، شیخ کسی کو روزے کی تاکید کرتا ہے اور کسی کو تلاوت قرآن پر مامور کرتا ہے، تو کسی کو دوسری عبادات میں مشغول رکھتا ہے۔ لیکن، سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کہ وہی مقصود کل ہے۔

اس مقام پر یہ باتیں بھی خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کی ہیں کہ مذکورہ منہج اصلاح و تزکیہ (شیخ کا اپنے مریدوں کو الگ الگ چیزوں میں مشغول رکھنے والے طریقے) کا انطباق ان بیشتر مدعیان تصوف پر نہیں ہوتا جو تصوف کا دم تو بھرتے ہیں، لیکن ان کا طرز بود و باش تصوف کی شکل بگاڑے ہوئے ہے۔ جو نہ دین کے پابند ہیں نہ صالحیت کے حامل ہیں، جو میلوں ٹھیلوں میں ناچتے ہیں اور مجاذیب کی طرح نامناسب حرکتیں کرتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ان سب چیزوں کا تصوف اور صوفی منہج رشد و ہدایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ تصوف جس کی ہم دعوت دیتے ہیں اس کا ان منفی مظاہر سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمیں تصوف کی تعلیم اور اس کا طریقۂ کار ان جاہلوں (متصوفین) سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ، تصوف کے بارے میں جاننے کے لیے ہمیں ان علما کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو علماً و عملاً/قولاً و فعلاً تصوف کو پسند کرتے ہیں تاکہ ہمیں ان کی پسند کی وجہ بھی معلوم ہو سکے۔

یہاں پر ان لوگوں کی تردید بھی ضروری ہے جو کہتے ہیں کہ تطہیر نفس اور آداب سلوک کے لیے ہم براہ راست قرآن و سنت کو کافی سمجھتے ہیں۔ ان کی یہ بات تو بظاہر بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے، لیکن سچائی یہ ہے کہ اس میں بہت بڑا نقصان پوشیدہ ہے۔ کیوں کہ ہم نے نماز کے ارکان و سنن اور مکروہات وغیرہ براہ راست قرآن و سنت پڑھ کر نہیں سیکھے، بلکہ کتب فقہ اور فقہا سے سیکھے ہیں، جو انھوں نے قرآن و سنت سے استنباط و استخراج کیے ہیں۔ ایسے میں بھلا کوئی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ ہم فقہ اور دین کے احکام کو براہ راست قرآن و سنت سے سیکھیں گے؟ یقین جانیے! آپ کو کوئی ایک بھی عالم ایسا نہیں ملے گا جس کا یہ دعویٰ ہو کہ اس نے فقہ و مسائل کو براہ راست قرآن و سنت سے سیکھا ہے۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو قرآن و سنت میں مذکور نہیں ہیں اور نہ ہی کسی ماہر استاد کی صحبت اختیار کیے بغیر محض کتاب و سنت سے سیکھی جا سکتی ہیں۔ جیسے: علم تجوید اور اس کے مصطلحات، مثلاً: مد لازم کے چھ حرکات ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کس نے اس مد کو لازم قرار دیا؟ اس کی دلیل کیا ہے؟ اس کا ثبوت کیا ہے؟ جواب ہوگا کہ یہ علماے تجوید نے کیا ہے۔ اسی طرح علم تصوف بھی علماے تصوف نے وضع کیا ہے جس کا سلسلہ حضرت جنید بغدادی کے زمانے سے آج تک جاری ہے۔ ہاں! جب زمانہ خراب ہوا، لوگوں کے اخلاق میں فساد آیا تو کچھ صوفی طریقے بھی خراب ہو گئے اور وہ دین کے مخالف مظاہر سے جڑ گئے، جس سے لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ یہی تصوف ہے۔ حالاں کہ اعتدال پسند لوگ جانتے ہیں کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تصوف اور اس کے پیروکاروں کا دفاع کرے گا اور اپنی قدرت سے ان کی حفاظت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے دشمنوں کو دور کرے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والے ناشکرے کو پسند نہیں فرماتا۔

(سورہ حج:۳۸) ■■■■■

انوار حیات

سند المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی

شاہ محمد انور علی سہیل فریدی

مغلیہ تاریخ میں اکبر اعظم کا دور بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ دور مغلیہ حکومت کو مستحکم حکومت مستحکم کرنے کا دور تسلیم کیا جاتا ہے۔ اکبر کی دانائی سے مغلیہ حکومت طاقت ور اور مستحکم ہوئی اور اس کی بنیادیں مضبوط ہوئیں اس میں کلام نہیں، اس کے ساتھ ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ اس کے دور میں فتنوں کا ظہور ہوا۔ سب سے بڑا فتنہ ہے "فتنہ الفی" تھا۔ علماے سو اور عبادت خانہ فتح پور سیکری کی بحثوں نے اکبر کے دماغ کو پراگندہ کر دیا تھا۔ اکبر نے علماے سو کی بے سود بحثوں کے بارے میں اپنی حیرت کا اظہار خود کیا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں اکبر کا ایک قول نقل کیا ہے:

"کاش کہ از خوانگان رسمی علوم چندیں اختلاف بگوش نہ رسیدے از فراواں دگر گو نگی تفاسیر واحادیث بہ شگفتہ زار نیفتادے۔"

(آئین اکبری، ص: 221)

کاش کہ رسمی علوم کے ماہرین یعنی علماے ظاہر سے اس قدر اختلافات نہ سنتا اور تفاسیر واحادیث کے اختلافات مجھے حیرانی میں نہ ڈالتے۔ اس کا اثر عوام پر بھی ہوا۔ بادشاہ وقت کی صالح اور غیر صالح نیت کا اثر رعایا پر ہوتا ہے۔ جب کوئی فتنہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ختم کرنے کے لیے کسی درویش صفت عالم ربانی جسے مجدد کہتے ہیں، کو معمور کرتا ہے وہ خداداد صلاحیت سے اس فتنے کو دور کرتا ہے اور معاشرے کو صاف و شفاف بناتا ہے۔ عہد اکبری میں تین عالم ربانی ایسے تھے جنھوں نے دین متین اور خلق خدا کی خوب خدمت کی۔ یہ تینوں حضرات عالم باعمل اور درویش کامل تھے ان کا مزاج صوفیانہ اور اخلاق کریمانہ تھا وہ تین حضرات ہیں:

(1) مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی

(2) حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی دہلوی

(3) محدث علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

اس دور میں تین مجدد ہوئے، سب نے اپنا کام بطریقِ احسن خوب کیا۔

قدیم زمانے میں سونے کی چڑیا کہے جانے والے ملک ہندوستان میں مشائخ عظام اور علماے ربانیین نے "میر عرب" کے پیغام کو عام کیا اور حدیث شریف کا خوب چرچا کیا۔ احقر کی محدود معلومات میں ہندوستان میں درس حدیث کی ابتدا حضرت خواجہ غریب نواز کے مبارک دور میں قبۃ الاسلام بدایوں شریف یوپی سے ہوئی اور اس کا سہرا مولانا مخدوم عالم سمرقندی کے سر بندھا۔ یہ بزرگ مرکز علم و فن سمرقند سے بدایوں تشریف لائے اور مدرسہ معزیہ نزد جامع مسجد محلہ مولوی ٹولہ میں درس حدیث دینا شروع کیا، اس کے ساتھ افتا اور قضا کی خدمت بھی انجام دی۔ آپ ہندوستان کے پہلے محدث ہیں۔ سینکڑوں طلبہ نے آپ سے استفادہ کیا اور محدث بن کر نام روشن۔ آپ سلسلہ خواجگان کے مشہور و معروف شیخ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے مرید اور خلیفہ ہیں، بعد میں یہ سلسلہ خواجگان بخارا کا نقشبندی سلسلے کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کا وصال 630ھ میں ہوا محلہ چاہ میر میں نواب دولہ کی کوٹھی کے سامنے مسجد میں دفن کئے گئے۔ آپ نے "مشارق الانوار" کے نام سے ایک حدیث کی کتاب مرتب کی اس میں بخاری و مسلم کی قولی احادیث ہے ہیں۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محدث کی جائے پیدائش بدایوں میں ان دونوں محدثین کے آستانوں کے درمیان کالیوں کے محلہ میں واقع ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محدث کی سند حدیث تین واسطوں مولانا محمد ماریکلی، مولانا برہان الدین محمود، مولانا رضی الدین حسن صغانی سے مولانا مخدوم عالم سمرقندی سے ملتی ہے۔ حضرت خواجہ کو "مشارق الانوار" کی ساری احادیث مع اسماے رجال کے حفظ تھیں، اس طرح آپ حافظ قرآن مجید کے ساتھ حافظ احادیث کثیرہ بھی تھے۔ دہلی میں حضرت خواجہ نے حدیث کا خوب چرچا کیا۔ اس زمانے میں لوگوں کا رجحان فقہ کی طرف زیادہ اور حدیث کی طرف کم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت سلطان المشائخ نے بادشاہ کے روبرو سمع کے جواز میں حدیث نبوی پیش کی تو اس وقت کے شیخ الاسلام دہلی نے تمکنت کے ساتھ کہا: تم حنفی ہو امام ابوحنیفہ کا قول پیش کرو۔ آپ عشق نبی سے سرشار تھے، فرمایا وہ شہر کیوں نہ برباد ہو جس کے لوگ قول رسول کے آگے ایک امتی کے قول کو ترجیح دیں۔ ایسا ہی ہوا، کچھ دنوں بعد دہلی شہر برباد ہوا پھر دوبارہ آپ کی دعا سے آباد ہوا۔

قلندر ہر چہ وید دیدہ گوید

جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا درس حدیث اور حدیث کا چرچا کم ہوتا

گیا۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں مغلیہ سلطنت قائم ہوئی، حضرت شیخ عبدالحق عالم وجود میں آئے، اکبر اعظم کا دور آیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کو یہ سعادت بخشی کہ آپ کے دل میں جذبۂ عشق نبی موجزن ہوا اور آپ نے ارشادات بنی علی الصلوٰۃ وعلی السلام یعنی حدیث شریف پڑھنے کے لیے اس برگزیدہ ملک کی جانب کوچ کیا جہاں سے یہ علم سارے جہان میں پھیلا اور اس کے نور نے دنیا کو روشن کیا۔

آپ مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفاً و تعظیماً تشریف لے گئے۔ تین سال سے زیادہ عرصہ وقت کے سب سے بڑے عالم محدث، فقیہ اور عارف باللہ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں رہے۔ وہ زہد وتقویٰ کی وجہ سے " متقی "مشہور ہوئے اور لفظ "متقی" آپ کے نام کا جز بن گیا، جس طرح حضرت شیخ کے نام کے ساتھ حدیث کی خدمت کی وجہ سے لفظ "محدث "نام کا جز ہو گیا۔ جہاں "شیخ محدث "لکھا یا کہا جاتا ہے اس سے مراد حضرت شیخ ہوتے ہیں۔ آپ نے تمام علوم خصوصاً علم حدیث کی تکمیل بدرجۂ اتم کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر ہندوستان آئے اور دار السلطنت دہلی میں علم کی بساط بچھائی اور علم دین کا جھنڈا بلند کیا۔ حضرت شیخ کا قائم کردہ یہ مدرسہ شمالی ہندوستان کا پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت محمدی اور سنت نبوی کی صدا بلند ہوئی۔ یہاں کا نصاب تعلیم شیخ نے خود مرتب کیا تھا جو دوسرے مدارس کے نصاب سے مختلف تھا۔ یہاں قرآن مجید اور حدیث شریف کو تمام دینی امور کا مرکزی نقطہ تسلیم کر کر تعلیم دی جاتی تھی، شیخ اسی اصول پر تا زندگی قائم رہے اور درس وتدریس کی خدمت میں مشغول رہے۔

آپ کے مدرسہ کو خوب شہرت ہوئی۔ دور دور سے تشنگان علم آتے اور سیراب ہو کر جاتے اور اپنے دیار میں جا کر مدارس قائم کرتے کرتے اور اور علم حدیث کا خوب چرچا کرتے۔ اس طرح ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن ہوئے۔ حضرت شیخ نے عوام الناس کو بھی علم سے روشناس کرایا اور ان کی تربیت ان کے ظرف اور صلاحیت کے مطابق کی، اس طرح ہندوستان میں چہار جانب علمِ حدیث کا چرچا ہوا اور علم حدیث کا نشاۃ ثانیہ حضرت شیخ کی مبارک ذات سے ہوا۔

حضرت شیخ کے وصال کے بعد حدیث کا درس دینے والے عالم ربانی کم رہ گئے۔ سو سال کے عرصہ بعد صدی کے مجدد عالم ربانی کا ظہور ہوا اور حدیث کا چرچا پہلے سے زیادہ ہوا، الحمدللہ یہ سلسلہ آج تک قائم ہے۔ یہ سعادت خاندان فاروقی کے چشم وچراغ اور ہزار سالہ مجدد کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قادریہ کے فیوض وبرکات سے سرشار شیخ الاسلام عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حصہ میں آئی۔ اس دور میں بھی نشاۃ ثانیہ ہوا اور باد صبا ایک نیا رنگ لے کر نمودار ہوئی جس سے چمن میں نو بہار آئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کے صاحب زادگان مثل حجۃ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث، ابو العجائب حضرت شاہ رفیع الدین محدث، معین الحق شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے حدیث کی ایسی خدمت کی جس کی مثال دور جدید تک نہیں ملتی یہ حقیقت اظہر من الشمس کی طرح سب پر روشن ہے۔ فی زمانہ، زمانہ بر اعظم ایشیا خصوصاً ہندوستان، پاکستان، افغانستان اور بنگلہ دیش ممالک کے سارے علما اس چمن ولی اللّٰہی کے خوشہ چیں نظر آتے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ یہ سلسلۂ حدیث آپ کے نواسہ حضرت شاہ ولی اللہ محمد اسحاق محدث دہلوی کے ذریعہ ہند دوستان سے عرب شریف پہنچا۔ اس کی بشارت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے دی تھی، اس کا ظہور آپ کے وصال کے 82 سال بعد ہوا۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف سے یہ اولاد جو مجھ کو عنایت کی ہے سب نیک بخت ہے اور ان پر ایک طرح کی فرشتگی کا ظہور ہو گا اور غیبی تدبیر کا تقاضا ہے کہ دو افراد پیدا ہوں، سالہا سال مکہ اور مدینہ میں علوم دین کی ترویج کریں اور وہیں کی وطنیت اختیار کریں۔

ماں کی طرف سے ان کا رشتہ مجھ سے ہو گا، ایسی جماعت میں جس کا تعلق والدہ کے وطن سے ہو وطن چھوڑنا مشکل کام ہے مگر یہ کہ کوئی جد وجہد کرے۔" (مقدمہ القول الجلی، ص:۳۳)

حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نے مکہ مکرمہ میں برس ہا برس حدیث شریف کا درس دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حدیث شریف کی نئی سند مکہ مکرمہ سے شیخ ابراہیم کردی اور حضرت شیخ طاہر مدنی کے واسطے سے ہندوستان لائے، وہی سند حضرت شاہ محمد اسحاق کے ذریعہ مکہ شریف پہنچی اور وہاں کے علما نے آپ سے حدیث کی سند لی۔ خدا کی شان دیکھیے "کل شیء یرجع إلی أصله "حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ذات مبارک شجر طوبیٰ کے مثل ہے جس کی جڑ حضرت شاہ صاحب کے گھر میں اور اس کی شاخ تمام علما کے گھر میں سایہ فگن ہے۔ حضرت شاہ صاحب بارہویں صدی ہجری کے مجدد تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے ہم عصر مشہور و معروف بزرگ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں دہلوی لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے نیا. طریقہ بیان کیا ہے اور اسرار و معارف اور علوم کی باریکیوں کی تحقیق میں آپ کا خاص طرز ہے۔ ان کمالات اور ان تمام علوم کے ہوتے ہوئے آپ علمائے ربانیون میں سے ہیں۔ محقق صوفیوں میں جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع ہوئے ہیں اور جنھوں نے "علم نو" کا بیان کیا ہے، آپ کے مثل

چند افراد ہوئے ہیں۔ "(مقدمہ القول الجلی ص 139)

دور حاضر میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا سلسلۂ سند حدیث کم ملتا ہے، شاید ہی ہندوستان کے کسی دار العلوم میں سلسلۂ سند حدیث ہو اور اساتذہ یہ سند حدیث عنایت کرتے ہوں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی محرم 958ھ مطابق م 1551ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور 22 ربیع الاول 1052ھ کو دہلی میں وصال فرمایا۔ مادۂ تاریخ ولادت "شیخ اولیا" 958ھ اور مادہ تاریخ وصال "فخر عالم" 1052ھ ہے۔ آپ کے مختصر حالات آپ کے صاحب زادہ شیخ نور الحق محدث دہلوی نے ایک قد آور پتھر پر کندہ کرواکر آپ کے مزار کے سرہانے نصب کر دیا، یہ ہنوز موجود ہے اور خاصی اونچائی پر ہے۔ نماز جنازہ وصیت کے مطابق شیخ نور الحق نے پڑھائی۔ شمسی تالاب کے قریب مہرولی شریف میں دفن کیے گئے۔ پیران عظام کا شجرہ طریقت قبر کے سرہانے طاق میں رکھ دیا گیا۔

وصیت نامہ زمانہ جدید کے نقاد اہل علم کے لیے مشعل راہ ہے اس سے شیخ کے صحیح اہل سنت عقائد کا علم ہوتا ہے۔ یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ مشہور صحابی اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات جس میں آپ کے ناخن مبارک بھی تھے قبر شریف کے سرہانے رکھنے کے لیے فرمایا تھا۔

آپ کے سب سے پہلے بزرگ جو ہندوستان تشریف لائے وہ آغا محمد ترک بخاری ہیں۔ یہ سلطان علاء الدین خلجی کے دور حکومت میں 1316ء میں ایک جماعت کے ساتھ دہلی میں آئے۔ حضرت شیخ کی شش جہت شخصیت محتاج تعارف نہیں آپ کو اکثر علوم پر دسترس حاصل تھی۔ آپ نے تصنیف و تالیف کا بھی حیرت انگیز کام انجام دیا آپ کے رواں دواں قلم نے خوب جوہر دکھائے۔ تفسیر، تجوید، حدیث، عقائد، فقہ، تصوف، اخلاق، اعمال و اوراد، فلسفہ، منطق، تاریخ و سیر، تذکرہ، علم نجوم و علم نحو اور ذاتی حالات پر کم و بیش 68 کتب تصنیف کیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک کتاب فصول الخطاب لنیل اعالی الرتب میں خطبات جمع کیے اب یہ کتاب ناپید ہے۔ (حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی)

آپ شعری ذوق بھی رکھتے تھے، آپ نے مکتوبات بھی لکھے آپ کا ایک ناصحانہ مکتوب جہانگیر بادشاہ کے نام ہے جو جہانگیر کی تخت نشینی کے وقت لکھا تھا۔ آپ نے یہ مکتوب ایک امیر یعنی رکن سلطنت نواب شیخ سید فرید بخاری ثم دہلوی کے توسط سے بادشاہ سلامت کو پہنچایا۔ آپ کی ساری تصنیفات معرکۃ الآرا، علمی اور شہرت یافتہ ہیں۔ سب سے زیادہ شہرت "اشعۃ اللمعات" کو ہوئی۔ آپ نے حدیث کی مشہور و معروف کتاب مشکوۃ المصابیح کی ایسی عمدہ شرح لکھی جس کی نظیر نہیں۔

آپ نے مشکوۃ شریف کی دو شرحیں لکھیں ایک اشعۃ اللمعات فارسی میں اور دوسری لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح عربی زبان میں، آپ نے اس میں لغوی نحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو بہت عمدہ اور آسان طریقے سے حل کیا ہے۔ صاحبِ مشکوۃ شافعی المذہب تھے آپ نے احادیث سے فقہ حنفی کی اس کی تطبیق اپنے خاص انداز اور شائستہ تحریر میں کی ہے یہ آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے جو قابل فخر ہے۔ ماضی میں یہ کتاب جامع ازہر مصر کے نصاب میں داخل تھی۔ درایں چہ شک است کہ حضرت شیخ کی شخصیت جامع کمالات تھی، ایسی اعلیٰ شخصیت برسوں بعد پیدا ہوتی ہے۔ آپ بیک وقت محقق، مدقق، مجدد، مصنف، شاعر اور عہد شناس تھے۔ آپ نے مشاہیر مشائخ عظام سے علم تصوف حاصل کیا اور ان کی صحبت میں رہ کت فیوض و برکات حاصل کیے اور درجہ ولایت پر پہنچے۔ آپ کے خاندان میں سات پشت تک عالم و حافظ و محدث ہوئے، ان میں شیخ نور الحق کا نام سرفہرست ہے۔ آپ نے بخاری شریف کی شرح "تیسر القاری" نام سے لکھی، وہ علم و عمل میں اپنے والد کی مثل تھے۔ شاہ جہاں بادشاہ ایام شہزادگی سے آپ کے علم کا معترف تھا۔ اس نے تخت نشین ہونے کے بعد آپ سے منصب قضائت قبول کرنے کے لیے اصرار کیا۔ آپ کچھ عرصہ آگرہ کے قاضی کے عظیم عہدے پر ہے۔ والد کے انتقال کے بعد دہلی آ گئے اور والد کی مسند پر مسند نشیں ہوئے اور درس و تدریس و تصنیفی خدمت میں مشغول ہو گئے۔

شیخ محدث نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ گھرانہ صوفیانہ روش پر تھا۔ آپ نے عشق کی پہلی کتاب اپنے والد محترم مولانا سیف الدین سے پڑھی اور انھی سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے اور منزل عشق پر پہنچے۔ اس کے بعد والد کی ایما پر حضرت شیخ موسیٰ گیلانی سے قادری سلسلے میں بیعت ہوئے۔ جب علم حدیث حاصل کرنے کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے حضرت شیخ عبد الوہاب متقی کی خدمت میں رہ کر بیشتر علوم و فنون بالخصوص علم حدیث میں کمال حاصل کیا اور ان سے مکہ مکرمہ میں سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور سلوک کی منزلیں طے کیں۔

سلسلہ قادریہ میں آپ کی یہ بیعت ثانی تھی، شمار کے اعتبار سے یہ تیری بیعت تھی۔ استاد محترم نے سند حدیث و فقہ کے ساتھ سلاسل قادریہ چشتیہ شاذلیہ اور مدینیہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اپنا پیر اہن شریف اور حضرت غوث اعظم کا جبہ مبارک جو بزرگوں سے چلا آ رہا تھا آپ کو عنایت فرمایا۔ اپنا فرزند روحانی اور جانشیں بنا کر وطن شریف دہلی جانے کے لیے فرمایا اور حدیث شریف کی خدمت میں دل و جان سے لگ جانے کے لیے بھی فرمایا۔ آپ نے یہ سب قاسم نعمت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما سے کیا۔ آپ درس حدیث کی خدمت میں دل و جان سے لگ گئے اور تاحیات بحسن خوبی انجام دیتے رہے۔

آپ کو ابھی تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نعمتیں حاصل نہیں ہوئیں تھیں۔ جب آپ حجاز مقدس سے ہندوستان واپس آئے اور دہلی میں مستقل رہائش اختیار کی اس وقت دہلی میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ رضی الدین باقی باللہ عرفی محمد باقی کابلی دہلی میں جلوہ افروز تھے۔ دور دراز سے اشخاص نقشبندی نسبت حاصل کرنے کے لیے آپ کے پاس آتے آپ کی خانقاہ فیروز آباد، دہلی (کوٹلہ فیروز شاہ) میں تھی۔ کلمات الصادقین میں نظام الدین بخشی میں لکھا ہے کہ آپ حضرت غوث الثقلین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے اشارے پر حضرت خواجہ محمد باقی کے پاکیزہ روحانی دامن سے وابستہ ہوئے، آپ کی صحبت میں رہ کر سلسلہ عالیہ کی نعمتیں حاصل کیں اور بقا کی منزل پر پہنچے اور خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

کتب تصوف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زیادہ پیروں سے مرید ہونے کا سلسلہ قدیم زمانے میں بھی تھا۔

حضرت شیخ محدث اور صوفی دونوں تھے اور صوفیوں کی روش پر چلتے تھے۔ آپ کی درویشانہ زندگی کے بارے میں شیخ نظام الدین احمد بخشی لکھتے ہیں:

"امروز در دہلی است..... زندگی در لباس صوفیہ می گزارند۔"

(حیات شیخ عبد الحق محدث بحوالہ طبقات اکبری جلد دوم ص466)

شیخ آج کل دہلی میں رہتے ہیں اور صوفیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

مشہور تاریخ داں ملا عبد القادر بدایونی آپ کی صوفیانہ زندگی اور عالی مرتبہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"در تصوف مرتبہ بلند دارد۔" (منتخب التواریخ جلد سوم ص113)

وہ تصوف میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔

صوفیہ توکل کی زندگی گزارتے ہیں۔ جہانگیر بادشاہ حضرت شیخ مجدد الف ثانی کی دعا سے شفایاب ہوا تھا جب اس کا لشکر سرہند شریف کے قریب پہنچا اس نے خواہش ظاہر کی کہ شیخ کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھائے حضرت شیخ مجدد نے صاحب زادگان کی معرفت اس کو کھانا بھیجا، بادشاہ کو کھانا بہت پسند آیا اس نے اپنے وزیر آصف جاہ سے اس کی تعریف کی اور کچھ ہدیہ دے کر بھیجا کہ اس کو قبول فرمائیں۔ آپ نے معذرت کی اور فرمایا کہ درویشوں کا معاملہ تو توکل پر ہے۔

شیخ مجدد اور شیخ محدث ایک ہی چمن کے خوشہ چیں تھے آپ کے مزاج میں بھی توکل تھا، آپ توکلت علی اللہ پر زندگی گزارتے تھے۔

جہانگیر بادشاہ نے آپ کی وضع توکل سے متاثر ہو کر ایک گاؤں "بکروالا" بطور جاگیر نذر کیا، آپ نے قبول کرنے سے انکار کیا، بعد میں بادشاہ کے اصرار پر اس کو بادل ناخواستہ قبول کیا۔ بادشاہوں کا مزاج نازک ہوتا ہے، اگر خوش ہو جائیں نوازشوں پر نوازشیں کریں، اگر ناراض ہو جائیں سولی پر چڑھا دیں۔ جہانگیر کے مزاج میں تلون نہیں تھا آخر زمانے میں شیخ کے جہانگیر سے تعلقات خراب ہو گئے۔ بادشاہ موصوف جب کشمیر میں تھے کچھ ناعاقبت اندیشوں نے شیخ محدث اور حضرت مجدد کے خلیفہ مرزا حسام الدین کے خلاف بادشاہ کے حضور ناشائستہ باتیں کہیں جن کو سن کر جہانگیر ناخوش ہوا اس نے دونوں کو کشمیر بلایا۔ شیخ نور الحق کو حکم ہوا کہ کابل چلے جائیں۔ شہزادہ داراشکوہ قادری نے سکینۃ الاولیا میں لکھا ہے:

جس زمانہ میں جہانگیر بادشاہ کشمیر میں تھے کچھ لوگوں نے شیخ عبد الحق دہلوی جو محدث ثانی وقت کے امام ہیں اور مرزا حسام الدین جو شیخ احمد سرہندی کے مریدان باکمال میں ہیں، کے متعلق بے سروپا باتیں بادشاہ کے کانوں میں ڈال دیں۔" (حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ص:148، بحوالہ سکینۃ الاولیا قلمی نسخہ، ص:64،65)

شیخ محدث نے رخت سفر باندھا دہلی کو خیرباد کہا اور کابل کی طرف کوچ کیا۔ دہلی سے لاہور پہنچے۔ چہرے سے پریشانی اور تنگ دلی کے آثار نمایاں تھے۔ لاہور میں حضرت میاں میر صاحب سے ملاقات ہوئی پریشانی اور تنگ دلی کی وجہ دریافت کی آپ نے حالات سے آگاہ کیا۔ شیخ کشمیر نہ پہنچے تھے کہ جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا شاہ جہاں تخت نشیں ہوا۔ شیخ اپنے بیٹے کے ساتھ دہلی واپس آ گئے اور مدرسہ خانقاہ و حویلی کو آباد کیا۔ شاہ جہاں شیخ نور الحق محدث کی علمی قابلیت کی قدر کرتا تھا اس نے دار السلطنت آگرہ کی قضائت کے لیے اصرار کیا۔ آپ کچھ عرصہ اس عالی منصب پر رہے والد کے انتقال پر دہلی واپس آ گئے۔

شیخ نور الحق اپنے والد شیخ محدث کی طرح صاحب کمال تھے۔ شیخ محدث ان کو اپنا وجود ثانی کہا کرتے تھے اور ان کے علم و فضل و تقوی کے دل سے معترف تھے ان کے علم و فضل اور زہد و تقوی کا دور دور شہرہ تھا، سلاطین، علما اور صوفیہ سب ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ شاہ جہاں نے ایک باغ "کوشک" نامی آپ کو عطا کیا تھا۔ (حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی بحوالہ مرآۃ الحقائق ص-260-114)

شیخ شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا وصال 1045ھ میں اور شیخ نور الحق محدث دہلوی کا وصال 1073ھ میں ہوا۔ ■■■

مجاہد جنگ آزادی

مولانا سید کفایت علی کافی شہید مرادآبادی

مولانا محمد شہاب الدین رضوی

مشہور تلامذہ: مولانا کافی کا سلسلہ تلمذ شاعری میں وسیلہ تھا مگر جب آج کافی کے حالات نہیں ملتے تو تلامذہ کی تفصیلات کیسے ملیں، صرف دو حضرات کے نام مل سکے ہیں۔

(1) عباس مرادآبادی: عباس علی ولد نادر علی مرادآبادی، اول عدالت منصفی مراد آباد میں وکیل رہے، پھر ریاست رام پور میں محکمہ رجسٹری میں محرر اول ہوئے۔ شاعری میں مولانا کافی کے شاگرد تھے، مولانا کافی ان کو مثل اولاد کے سمجھتے تھے، 19 جمادی الاول 1284ھ/1867ء میں بعمر 50 سال انتقال کیا۔ (انتخاب یادگار از منشی امیر احمد مینائی) کوئی اولاد نرینہ نہ تھی، صرف دو لڑکیاں چھوڑیں ایک سے صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (المتوفی 1367ھ/1948ء) تھے، اور دوسری لڑکی سے حکیم مولانا غلام احمد سنبھلی تھے جن کے فرزند مولانا غلام محی الدین صاحب ہوئے۔

(2) اکبر مرادآبادی: ان سے متعلق پوری معلومات نہیں مل سکیں، تاہم پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری رقم طراز ہیں: ''بہار خلد (شرح شمائل ترمذی منظوم) کا مسودۂ اول جو مولانا کافی کے دست مبارک کا تحریر کردہ ہمارے پاس ہے، اس میں محمد اکبر مرادآبادی المتخلص بہ اکبر کی ایک منظوم تقریظ بھی شامل ہے، اور قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود اکبر مرادآبادی کی تحریر ہے، اس سے اکبر کی شاگردی کا حال معلوم ہوا، ہماری نظر سے متعدد نسخے مطبوعہ بہار خلد کے گزرے مگر کسی نسخے میں تقریظ شامل نہیں، جو درج ذیل ہے:

جو ہے اس مثنوی کا ناظم استاد
رہے کونین میں یا رب وہ دل شاد
صفائی مرأت قلب اس کا پا وے
کہ جس میں روئے جاناں خوش دکھاوے
مقابل شاہد مقصود سے ہو
وہ شاغل رویت محمود سے ہو
جو نظم ترمذی ہے ذکر احمد
رہے جاری یہ اس کا فیض امجد
بہار خلد ہو انعام اس کا
یہی شارح نے رکھا نام اس کا
عجائب یہ کتاب جاں فزا ہے
کہ جس میں حال شاہ خلد کا ہے
خدا اس کو کرے مقبول و منظور
طفیل اس کے ہو کافی اس کا مغفور
میں اکبر بھی ہوں اصغران کا شاگرد
میرے وہ دوست بھی ہیں صاحب درد

مولانا کافی کی ایک تصنیف ''نسیم جنت'' کے آخر میں بھی حضرت اکبر نے مولانا کافی کے متعلق ایک منظوم تقریظ میں ان ہی خیالات کا اظہار کیا ہے:

نسیم جنت کافی جو ارتقام ہوئی
بہار خلد کے من بعد یہ تمام ہوئی
یہ نظم فیض اتم مظہر وفا ہر دم
برائے امت خیر الامم مدام ہوئی
نسیم جنت کافی بہار خلد بھی اور
نسیم جنت فردوس سے پیام ہوئی
وہ دوست اور وہ استاد تیرے اے اکبر
دلیل خاص محبت کی دو مقام ہوئی

(سہ ماہی العلم کراچی، بابت اپریل تا جون 1957ء)

تصنیفات اور دیوان شعرو شاعری:

مولانا کافی صاحب تصانیف کثیرہ تھے، نظم و نثر دونوں میں

ان کی تصانیف تھیں، جیسا کہ مولوی عبدالحئی صفؔا بدایونی نے لکھا ہے:
"اکثر کتب نظم ونثر ان کی راقم کی نظر سے گزری ہیں۔"
(تذکرہ شمیم سخن ص:191، مطبوعہ مطبع امداد الہند مرادآباد)
مگر راقم کو نثر کی کوئی کتاب دستیاب نہ ہو سکی، اب ہم مولانا کافؔی کی ان تصانیف کا ذکر کرتے ہیں جو معلوم ہو سکی ہیں۔ پہلے مطبوعہ تصانیف کا تعارف پیش ہے، پھر قلمی مخطوطات کا تذکرہ کیا جائے گا، قلمی کتابیں بھی زیادہ تر شائع شدہ معلوم ہوتی ہیں۔

بہار خلد: شرح ترمذی کا منظوم ترجمہ "بہار خلد" کے نام سے مولانا کافؔی نے کیا ہے۔ زبان نہایت صاف اور سلیس ہے، مولانا کافؔی نے فہرست مضامین بھی نظم میں لکھی ہے۔

ڈاکٹر محمد ایوب قادری، مولانا کی ایک کتاب کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"راقم کے پاس بہار خلد کا مسودۂ اول موجود ہے، بعض داخلی شہادتیں اس کی موئد ہیں کہ یہ مولانا کافؔی کا تحریر کردہ ہے۔ کتاب 1258ھ/1842ء میں لکھی گئی ہے۔ نظر ثانی کا کام 14 ربیع الاول 1259ھ/1843ء کو ختم ہوا ہے، مولانا کافؔی نے یہ مسودۂ اول بعد طباعت ہدایت اللہ خاں (ساکن آنولہ ضلع بریلی) کو دے دیا تھا جیسا کہ تحریر ذیل سے ظاہر ہے۔"

"ایں کتاب بہار خلد ترجمہ منظوم شمائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت اللہ خاں را بخشیدم وہبہ نمودم"

تحریر 29 صفر 1262ھ/1845ء ھو الکافی

مسودۂ بہار خلد میں مولانا کافؔی کا ایک بڑا اثر انگیز نعتیہ مسدس واسوخت شروع میں موجود ہے۔ جس کے اول وآخر کے صرف دو بند ہدیۂ ناظرین ہیں۔

کیا کہوں رہ گزر صورت بسمل
بے پروبال تڑپتا ہے میرا طائر دل
پیش آئی ہے عجب طرح کی راہ مشکل
دور ہوں جادۂ منزل سے ہزاروں منزل
مجھ سے واماندہ پہ گر فضل الٰہی ہو جائے
گام فرسودۂ نا کام بھی راہی ہو جائے
جانتے آپ ہیں یا رب وہ تمنا دل کا
اب تو مقبول ہو اس کافؔی مضطر کی دعا
میں تڑپتا ہوں پڑا جس کے لیے بسمل سا
صورت شاہد مقصود سے پردہ ہو وا
در دولت سے نہ محروم تمھارے جاؤں
مدعائے دل مشتاق تمامی پاؤں

یہ مسدس بالکل شروع کتاب میں 22 صفر 1257ھ/1841ء کو کافؔی مرحوم نے تحریر فرمایا ہے، مسودہ کے آخر میں کافؔی کی تین غزلیں بھی شامل ہیں اور دو احادیث "الدنیا سجن المومن" اور "لا یؤمن أحدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین" کی شرح بھی نظم فرمائی ہے، اس کے بعد چورن کا ایک نسخہ تحریر ہے۔ کتاب کے بالکل آخر میں کتاب سے بالکل علیحدہ خط غیر میں چند دعائیں وغیرہ تحریر ہیں، اور آخری صفحہ پر عبدالکریم خاں کے دستخط ہیں، ممکن ہے یہ عبدالکریم خاں کی تحریر ہو۔ کیونکہ عبد الکریم خاں (ولد کرامت خاں) ہدایت اللہ خاں کے بھانجے تھے، بڑے نیک اور صوفی منش آدمی تھے، صوفی مرزا بادل بیگ بدایونی کے مرید وخلیفہ تھے۔ 1920ء میں انتقال ہوا۔

بہار خلد کا پہلا ایڈیشن مطبع سنگیں کانپور سے طبع ہوا۔ جس میں عبدالرحمٰن احسنؔ نے عربی میں اور شیخ نواز علی سجؔاد نے فارسی میں قطعات تاریخ لکھے ہیں۔ بہار خلد کا دوسرا ایڈیشن 1264ھ/1847ء محمد حسین کے مطبع محمدی لکھنؤ میں چھپا، اس طرح اس کتاب کے دو ایڈیشن تو مولانا کافؔی کی حیات ہی میں نکل گئے۔ مطبع محمدی کے ایڈیشن میں صرف عبدالرحمٰن احسن کا قطعہ تاریخ درج ہے جو کہ 1261ھ/ 1845ء کے نسخہ سے مختلف ہے۔ تیسرا ایڈیشن 1288ھ/1871ء میں مطبع گلشن احمدی لکھنؤ میں طبع ہوا، اور چوتھی بار یہ کتاب 1354ھ/1935ء میں اہل سنت برقی پریس مراد آباد میں مولانا محمد یونس نعیمی مرادآبادی مہتمم جامعہ نعیمیہ دیوان بازار مراد آباد کے اہتمام سے طبع ہوئی۔ انھوں نے طبع اول کے اشعار کے ساتھ یہ پانچواں شعر اور اضافہ کر دیا:

دوبارہ تیرہ سو چون میں اہلسنت کے
پریس برقی سے یونس نے جاری کی یہ کتاب
-1354ھ- 1935ء

حالاں کہ مولانا محمد یونس مرادآبادی نے چوتھی بار یہ کتاب چھپوائی، اُن کو درمیان کی دو اشاعتوں کا علم نہ ہوا۔ (سہ ماہی العلم

کراچی، بابت اپریل تاجون 1957ء مدیر سید الطاف علی بریلوی)

دیوان کافی: دیوان کافی، سید حسین کے اہتمام سے مطبع نامی ابوالعلائی گلزار حوض حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے، ہمارے پیش نظر دوسرا ایڈیشن ہے جو کہ محرم 1322ھ/1904ء میں طبع ہوا ہے، دیوان 64 صفحات پر مشتمل ہے، شاعری کے سلسلے میں دیوان کافی سے انتخاب درج کیا جا چکا ہے۔

نسیم جنت: مولانا کافی نے چالیس حدیثوں کے مجموعہ کو یکجا کر کے ان احادیث کی شرح کو 1262ھ/1845ء میں نظم کیا ہے۔ احادیث کا یہ انتخاب مولانا کافی نے مشارق الانوار، مواہب الدنیہ، مشکوٰۃ شریف، دلائل الخیرات اور جامع الصغیر از امام جلال الدین سیوطی قدس سرہٗ سے کیا ہے۔

نسیم جنت کی تاریخ تصنیف ملاحظہ ہو:

تمام ہوئی نسیم جنت
بر جادۂ مستقیم جنت
یہ تازہ بے خزاں ہے
سیرابی گلستان جاں ہے
جو طالب روئے مصطفیٰ ہے
اس عاشق زار کی دعا ہے
یہ ہے عرق بہار کافی
آرام دل ہزار کافی
تاریخ بھی خوب ہاتھ آئی
بوئے گل باغ اصطفائی
-1262ھ- 1845ء

اس نظم کے تین ایڈیشن ہمارے پیش نظر رہے، پہلا ایڈیشن شعبان 1264ھ/ 1847ء میں مطبع محمدی بمبئی میں عبدالملک ولد مولوی محمد صادق کے اہتمام سے طبع ہوا۔

دوسرا ایڈیشن رمضان 1270ھ/1853ء میں مطبع محمدی واقع نزد مسجد دولارے شہر کانپور میں باہتمام محمد نواز علی طبع ہوا، اس طرح دو ایڈیشن تو گویا مولانا کافی کی زندگی میں ہی نکل گئے تھے۔ نسیم جنت کا تیسرا ایڈیشن 1289ھ/1873ء میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہوا۔

خیابان فردوس: رسالہ ترغیب اہل سعادت تالیف حضرت علامہ اجل شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کو مولانا کافی نے 1267ھ/1850ء میں اردو میں نظم کیا ہے، اور خیابانِ فردوس نام رکھا، خیابان کے آغاز میں مولانا کافی لکھتے ہیں:

بکثرت تصانیف ہیں اس ولی کی
محب نبی عبد حق دہلوی کی
ازاں جملہ تصنیف کیا ہے رسالہ
لکھا ہے کتابوں سے کر کے خلاصہ
مسمّیٰ بہ ترغیب اہل سعادت
بہ تکثیر ورد و درود و تحیت
درودوں کی ہے جو کہ ثابت فضیلت
سعیدوں کو اس کی دلاتا ہے رغبت
کہ سن کر فضائل درود نبی کے
طلبگار ہوں الفت احمدی کے
رسالہ وہ کافی کے ہاتھ آ گیا ہے
درودوں کے اوصاف دکھلا رہا ہے

مولانا کافی نے قطعہ تاریخ بھی کہا ہے، ملاحظہ ہو:

خیابان فردوس جب کر چکا میں
ہوئی سال تاریخ کی فکر مجھ کو
عجب مصرعِ سال تاریخ پایا
بہار خیابان فردوس دیکھو
-1267ھ- 1850ء

اس کتاب کے آخر میں مولانا کافی کا منظوم وفات نامہ اور حلیہ شریف بھی درج ہے جس کا علیحدہ ذکر کیا جائیگا، یہ کتاب ذی الحجہ 1270ھ/1853ء میں مطبع محمدی کانپور میں شیخ محمد نواز علی سجاد کے اہتمام سے طبع ہوئی ہے۔

ایک مجموعہ مطبع نظامی کانپور سے میں 1286ھ/1869ء طبع ہوا ہے اور اس میں (1) مولود شریف بہاریہ (2) داستان صادق (3) جذبۂ عشق (4) وفات نامہ (5) مثنوی تجمل دربار رحمت بار مولانا کافی کی منظومات شامل ہیں، اس کے علاوہ اسی مجموعہ میں (1) نغمۂ عشق (2) قصۂ بست اصحاب، خمسۂ غزل قدسی و خمسہ غزل شہیدی، دوسرے حضرات کی نظمیں ہیں جن کے نام نہیں دیے گئے ہیں، اب ہم کافی کی ہر نظم کا الگ الگ ذکر کرتے ہیں:

مولود بہاریہ: مولانا کافی نے یہ مولود شریف نظم

میں لکھا ہے، آخر میں حلیۂ شریف بھی درج ہے۔ جذبات محبت میں وارفتگی ہے۔ مولانا کافی بڑی محبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے متعلق ہر ہر چیز کا ذکر کرتے ہیں۔

داستان صادق: مولانا کافی نے اپنے دوست صادق مولوی محمد اسحاق بدایونی کے ایک رسالہ کی بنیاد پر یہ رسالہ نظم کیا ہے، جیسا کہ اس کے شروع میں مولانا کافی خود لکھتے ہیں:

سبب نظم کو خطبے میں بیاں کر دینا
یہ بھی معمول ہے ممتاز گروہ شعراء
اس لیے کافی عاصی بصد عجز و قصور
واجب حال سمجھتا ہے ضروری مذکور
کہ سرے مشفق ذی شان کریم الاخلاق
مولوی مجمع افضال محمد اسحاق
منتخب کر کے جو لکھتے ہیں وہ کچھ کچھ احوال
ان کی تالیف ہے مجموعۂ فضل اعمال
الغرض ایک رسالہ جو کیا اب تحریر
ہے فروغ رخ تقریر سے ایک بدر منیر

جذبۂ عشق: مولانا کافی نے جذبۂ عشق کے نام سے ستون حنانہ کا واقعہ نظم کیا ہے، آخر میں ایک نعتیہ غزل بھی شامل ہے۔

وفات نامہ: مولانا کافی کا یہ وفات نامہ بہار خلد سے مقتبس ہے۔ اس کی تفصیل بہار خلد میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مثنوی تجمل دربار رحمت بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم: جب مولانا کافی حج کو گئے تھے اور مدینہ منورہ روضہ اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے تو یہ مثنوی اس وقت وہاں کے حالات و کیفیات سے متاثر ہو کر نظم کی ہے، اول منشی عبد الرحمٰن شاکر مالک مطبع نظامی کانپور نے یہ مثنوی مولانا کافی سے لے کر اور کچھ اشعار بطور تمہید اضافہ کر کے شائع کی، دوبارہ اس مجموعہ کے ساتھ پھر 1286ھ/1869ء میں مطبع نظامی کانپور میں طبع ہوئی۔

حلیہ شریف: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف بھی بعض رسائل میں شامل نظر سے گزرا جو مولانا کافی کا نظم کردہ ہے، یہ حلیہ شریف بھی بہار خلد ہی سے مقتبس ہے۔

اوقات نحو و صرف: مولانا کافی نے نحو و صرف سے متعلق بھی ایک رسالہ لکھا ہے مگر راقم کو باوجود تلاش کے دستیاب نہ ہو سکا۔ صرف ''گلستانِ بے خزاں'' کے مصنف نے اس رسالہ کا ذکر کیا ہے۔ (گلستانِ بے خزاں از حکیم غلام قطب الدین باطن اکبرآبادی ص:301 مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ)

مخطوط نسخوں پر ایک نظر: مولانا کفایت علی کافی مراد آبادی قدس سرہٗ کی تصانیف اور نعتیہ قصائد کے مجموعوں کا تعارف تفصیل سے گزشتہ اوراق میں کرایا گیا ہے، تاہم ایک ضخیم دستاویز راقم السطور کے ذاتی کتب خانہ میں بھی موجود ہے۔ اس مجلد دستاویز میں مولانا کافی کے علاوہ متعدّد شعراء اور علماء کی تصانیف ہیں، یہ سبھی قلمی مخطوطہ کی شکل میں ہیں، چند رسالے قدیم طرز کی طباعت پر ہیں۔ راقم کا مطمع نظر صرف ایک تعارف ہے، اور صاحب تذکرہ کے مخطوطات کا ذکر کیا جانا ہے، باقی دیگر اہل علم و دانش کا جب بھی ذکر مقصود ہو گا تو وہاں تفصیل سے لکھا جائے گا۔ اس بات کا یہاں ذکر کر دینا مناسب ہو گا کہ یہ مجلہ ''دستاویز'' بریلی کے ساکن ڈاکٹر اختر مصطفیٰ خان مرحوم نے 1995ء میں راقم کو دی تھی، وہ اقوام متحدہ (یو، این، او) میں کسی اعلیٰ عہدہ پر فائض تھے، اس کی ایک کاپی رضا لائبریری رام پور میں بھی محفوظ کرا دی گئی ہے، تاکہ لکھنے پڑھنے والوں کو آسانی رہے۔ ڈاکٹر اختر مصطفیٰ خان بن کبیر حسین خاں (1971ء/1894ء) کے دولت کدے پر راقم کا جانا آنا رہتا تھا، علمی شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے بتایا تھا کہ یہ قلمی نسخہ میرے خاندان میں تقریباً 160 سال سے محفوظ ہے۔ دستاویز میں کیا ہے، ملاحظہ کریں:

(1) درود مستغاث: یہ مخطوط بڑے سائز کے 19 صفحات پر مشتمل ہے، 10 سطری لائن پر لکھا گیا ہے، بہترین عربی کتابت ہے، اس کے آگے پیچھے کچھ بھی نہیں لکھا ہے، کاتب کا نام بھی درج نہیں ہے۔

(2) دعا اور وظیفہ: یہ دو صفحات پر مشتمل ہے، اول دعا ہے بعدہٗ سو سو بار اسماء حسنیٰ پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ یہاں کاتب نے "تمام شد" لکھ کر کچھ تحریر کیا ہے مگر وہ صاف پڑھنے میں نہیں آرہا ہے، غالباً کاتب نے اپنا نام لکھا ہو گا۔

(3) 40 حدیث شریف: یہ قلمی نسخہ بڑے سائز کے دس صفحات پر مشتمل ہے، سات سطری عبارت کاتب نے لکھی ہے، بین السطور اور حاشیہ میں عربی عبارت کا جستہ جستہ ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ اس میں 40 احادیث کو جمع کیا گیا ہے، کتاب کے آغاز میں کوئی نام

نہیں ہے، یہ صرف مضمون کے حساب سے راقم نے نام دیا ہے۔

(4) نسیم جنت: یہ رسالہ بہت مقبول اور مشہور ہوا، اس کے متعدّد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں، راقم کے پاس مطبوعہ نسخہ کے علاوہ قلمی نسخہ بھی پیش نظر ہے۔ 52 صفحات پر مشتمل بہترین عربی اور اردو کی کتابت ہے، 14 سطری لائن پر لکھا گیا ہے، یہ بھی احادیث شریف کا ایک مجموعہ ہی ہے جس کو منظوم کیا ہے، پہلے مختصراً حدیث شریف درج کی گئی ہے، بعدہٗ منظوم اس کا ترجمہ ہے، پھر اس پر غزل کے عنوان سے شاعری ہے۔ اس طرح اس کی ترتیب ہے۔ قلمی نسخہ نامکمل ہے مگر مطبوعہ مکمل طور پر کتب خانوں میں ملتے ہیں۔ پہلا صفحہ مولانا کافیؔ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے جس پر "تاریخ بروز شنبہ 11 شعبان المعظم 1271ھ آغاز" درج ہے۔

(5) سید الاستغفار: یہ 16 صفحات پر عربی زبان میں ہے، 10 سطری لائن ہے، اس کی کتابت ذرا مختلف ہے، کاتب کا نام یا تاریخ و سنہ کہیں نہیں لکھا گیا۔ طرز نگارش سے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ یہ رسالہ مولانا کافیؔ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(6) دیوان کافی: یہ کتاب 66 صفحات پر خوشخط انداز میں ہے، سرورق پر نام نہیں تحریر ہے مگر یہ مولانا کافیؔ کا خاص دیوانِ شعرو شاعری ہے۔ 12 سطری لائن پر لکھا گیا ہے، کاتب وہی جس نے پہلی کتابوں کو لکھا ہے، خط کا پہچاننا بہت مشکل کام ہے چونکہ وہ شخصیات نہیں رہیں جو خط کو پہچان لیا کرتی تھیں، اگر مولانا کا ہی قلم ہے تو بہت خوش خط اور رواں ہے۔

(7) منظوم نعت: یہ آٹھ صفحات پرانے سائز پر ایک منظوم نعتیہ کلام ہے، رسالہ کا نام اور کاتب و تاریخ و سنہ کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ ہر کاغذ پر ترچھے انداز میں لکھا گیا ہے۔

(8) دیوان نعت وغزل: یہ 85 صفحات پر مشتمل، بڑے سائز کے کاغذ پر 14 سطری لائن تحریر کیا گیا ہے۔ کتاب کے شروع اور آخر میں کہیں کتاب کا نام اور نہ ہی مصنف کا نام درج ہے، صرف قلمی مجلہ دستاویز کے صفحہ 243 صفحہ 244 کے آخری شعر میں بطور تخلص مولانا کافیؔ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دیوان مولانا کا ہے۔ کاتب نے تتمہ خاتمہ تحریر کیا ہے مگر صاف نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے میں عبارت نہیں آ رہی ہے، صرف 1271ھ ظاہر ہوتا ہے، غالباً یہ سنہ تاریخ تصنیف ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی صاحب مولانا پر کام کریں تو یہ نسخے کام آ سکتے ہیں۔

ان کی جتنی بڑی شخصیت تھی، ان پر کوئی کام نہیں کیا جا سکا، ان کے جذبۂ عشق رسول کا اندازہ صرف امام احمد رضا بریلوی کے اقوال تحسین و تعریف سے لگایا جا سکتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ بذات خود مولانا سید کفایت علی کافی شہید قدس سرہٗ سے بہت متاثر تھے۔ حدائق بخشش حصہ اول، دوم، اور سوم میں بہت ساری غزلیں مولانا کافیؔ کے ردیف و قافیہ میں ملیں گی، اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ امام احمد رضا بریلوی نے مولانا کی زمین پر خوب طبع آزمائی کی ہے۔

جنگ آزادی 1857ء کے حالات اور واقعات کے انقلابی ماحول میں اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ نے بے پناہ قربانیاں انجام دی ہیں۔ غیروں نے اپنے اسلاف کے ساتھ تو انصاف کیا مگر اپنوں نے اپنے اسلاف کے ساتھ انصاف پر مبنی کام نہیں کیا، تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے انگلی کٹائی وہ "شہید اعظم" کہلائے، اور جن لوگوں نے اپنی جانیں قربان کر دیں وہ تاریخ میں "شہید" کے بجائے دولائن کی جگہ پانے کے بھی حق دار نہ رہے۔ یہ کیسا اتفاق ہے اور کیسی تاریخی دروغ گوئی ہے؟ ہمارا تو شیوہ ہے کہ ہم اپنی ناکامیوں کو چھپانے کے لیے حکومت یا غیروں کے کندھوں پر ڈال کر آگے بڑھ جاتے ہیں، مگر اپنا محاسبہ اور تجزیہ کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اگر یہی طریقہ کچھ سالوں اور چلا تو جماعت اہل سنت کا اتنا نقصان ہو چکا ہوگا جس کی تلافی بھی ممکن نہ ہوگی، جلسہ و جلوس، پیری مریدی، اور حصول نذرانہ وضیافانہ کا انتظام و اہتمام کرنے والے لوگ بھی میسر نہ ہوں گے۔ پھر کس روشن مستقبل اور شاندار ماضی کا حوالہ منبر و محراب سے دیا جائے گا: مجھے تلخ نوائی سے رکھیو معاف

ضرورت اس بات کی ہے کہ مجاہدین آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی، مولانا رضا علی خان بریلوی، مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مفتی صدر الدین خاں آزردہ دہلوی، حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی وغیرہ وغیرہ جیسی عظیم شخصیات کا سلسلہ وار تعارف حکومت ہند اور عوام کے درمیان کرایا جائے۔ حکومت سے مطالبہ کیا جائے کہ ان کے یوم شہادت پر ڈاک ٹکٹ جاری کیے جائیں اور قومی دن کے طور پر اس دن کو منایا جائے۔ اس تحریک سے کئی فائدے حاصل ہو سکتے ہیں۔ ▪▪▪

ذکرِ جمیل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مہتاب پیامی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے، 3 ہجری (613-614 عیسوی) میں مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت زینب بنت مظعون تھیں۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہن تھیں۔ آپ کم عمری میں ہی اسلام قبول کر چکے تھے اور اپنے والد (حضرت عمر) اور بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت بھی کر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی شہرت احادیث کے مشہور راوی اور اسلام کے ابتدائی فقیہ کے طور پر ہے۔

ابتدائی حالات اور حصولِ تعلیم:

ابتدا ہی سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جہاد کے بے حد شوقین تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکپن کے باعث جنگ بدر اور جنگ احد میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی تاہم جب غزوۂ خندق کا وقت آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلایا اور ان کی بلوغت کی تصدیق کے بعد انھیں اسلامی لشکر میں شامل کر لیا۔ اس وقت ان کی عمر محض پندرہ سال تھی۔

حصولِ علم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمانے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست استفادہ کیا، آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اقوال و افعال کو نہایت قریب سے دیکھا اور ان پر عمل کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جگہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تو بعد میں خود اسی مقام پر نماز پڑھتے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عمل یا عبادت جس حال میں کرتے دیکھا، ہمیشہ اسی پر عمل کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ذوق و شوق کو دیکھتیں تو فرماتیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو عبداللہ بن عمر سے آگے ہو۔

خانگی کوائف:

حضرت عبداللہ کے والد گرامی حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) 634 عیسوی میں خلیفہ منتخب ہوئے، اس کے بعد حضرت عبداللہ نے صفیہ بنت ابو عبیدہ سے نکاح کیا۔ حضرت صفیہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کی بہن تھیں ان کا شمار صالح اور عبادت گزار خواتین میں کیا جاتا ہے۔ عجلی نے ان کے بارے میں کہا کہ صفیہ بنت ابی عبید، ایک ثقہ تابعیہ تھیں۔ صفیہ بنت ابو عبیدہ کی شخصیت اور ان کی نسل کی اہمیت اسلامی تاریخ میں بہت نمایاں ہے۔

حضرت عبد اللہ کے یہاں چار بیٹے اور دو بیٹیاں تولد ہوئیں، جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

ابوبکر، ابوعبیدہ، واقد، عمر، حفصہ، سودہ۔

عشقِ رسول اور محبتِ اہلِ بیت:

حضور اکرم صلی علیہ وسلم کی محبت ان کا سرمایۂ حیات تھی، حضور کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عبداللہ اس قدر غمگین ہوئے کہ پھر انھوں نے نہ کوئی مکان تعمیر کیا اور نہ باغ لگایا، جب کسی محفل میں حضور کا ذکر ہوتا تو بے اختیار رونے لگتے، حضور کے روضے پر حاضر ہو کر سلام پیش کیا کرنا ان کا معمول تھا اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بھی دلی محبت رکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک عراقی نے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھا، آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا: عراقی۔ فرمایا: لوگو ذرا اس کو دیکھنا، یہ شخص مجھ سے مچھر کے خون کا کفارہ پوچھتا ہے، حالاں کہ ان لوگوں نے نبی کے جگر گوشہ کو شہید کیا ہے۔

سنتِ پر عمل:

اس کے علاوہ جس چیز کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کی نسبت ہوتی، اس سے آپ کو وہی شغف ہوتا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک درخت کے نیچے اترے تھے، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ اس درخت کو پانی سے سینچتے تھے کہ کہیں خشک نہ ہو

جائے۔ مدینہ منورہ سے اس درجہ محبت تھی کہ تنگی کی حالت میں بھی وہاں سے نکلنا گوارا نہ تھا، ایک مرتبہ آپ کے ایک غلام نے تنگ حالی کی شکایت کی اور مدینہ سے جانے کی اجازت چاہی، اس سے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مدینہ کے مصائب پر صبر کرے گا قیامت میں میں اس کا شفیع ہوں گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زندگی حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس اور پرتو تھی، صرف عبادات ہی میں نہیں؛ بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتفاقی اور بشری عادات کی بھی وہ پوری پیروی کرتے تھے، یہاں تک کہ جب وہ حج کے لیے سفر میں نکلتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جن جن مقامات پر اترتے تھے وہاں وہ بھی منزل کرتے تھے، جن مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں پڑھی ہوتی تھیں وہاں یہ بھی پڑھتے تھے۔ حج کے سفر میں وہی راستہ اختیار کرتے جن راستوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم گذرا کرتے تھے۔ حضور سے عشق کا یہ عالم تھا کہ جس مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی طہارت کی ہوتی تھی، وہاں پہنچ کر وہ بھی طہارت کر لیا کرتے تھے۔ عام دعوت خصوصاً ولیمہ قبول کرنا مسنون ہے، حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں بھی دعوت ولیمہ رد نہ کرتے تھے، اگرچہ اس حالت میں کھانے میں نہ شریک ہو سکتے تھے، مگر داعی کے یہاں حاضری ضرور دیتے تھے۔ رحمتِ عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے سے قبل بطحا میں تھوڑا سا سو لیتے تھے، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی ہمیشہ اس پر عامل رہے، غرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا اور ایک ایک عمل جو آپ نے بر سبیل سنت کیے یا طبعاً صادر ہوئے، حضرت عبد اللہ ابن عمران سب کی اقتدا کرنا ضروری سمجھتے تھے۔

زہد وتقویٰ:

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ زہد وتقویٰ کا نمونہ تھی، لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے، ان کی پیشانی پر عنفوان شباب ہی میں زہد وورع کا نور چمکتا تھا اور جوانان قریش میں آپ کی ذات دنیا کی ہوا وہوس اور نفس کی خواہشوں پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والی ذات تھی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہم میں سوائے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے کوئی ایسا نہ تھا جس کو دنیاوی دلفریبیوں نے اپنی طرف مائل نہ کیا ہو، البتہ ان کا دامن کبھی دنیا سے آلودہ نہیں ہوا۔ اس سے بڑھ کر اُن کے زہد وتقویٰ کی کیا سند ہو سکتی تھی کہ خود زبانِ رسالت نے ان کو "رجلٌ صالحٌ" کی سند عطا کی۔

عبادت الٰہی میں آپ مسلسل شب بیداریاں کیا کرتے، نمازیں ادا کرتے، اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ ان کی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: "عبد اللہ ایک نیک شخص ہے، اگر وہ رات کو زیادہ نماز پڑھا کرے۔" (صحیح بخاری: 7031)

جب یہ حدیث پاک حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انھوں نے اس کے بعد کبھی بھی قیام اللیل کو ترک نہیں کیا۔ سفر ہو یا حضرت۔ رات کی خاموشی میں، وہ اللہ کا بہت ذکر کرتے، عبادتیں کرتے اور روتے رہتے تھے۔ خاص طور پر جب وہ قرآن کی تنبیہی آیات سنتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ایک دن انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ آیات سنائیں:

"تو اس دن (گناہ گاروں کا کیا حال ہوگا) جب ہم ہر امت میں سے گواہ لائیں گے اور (اے نبی) ہم آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنائیں گے؟ اس دن وہ لوگ جنہوں نے حق کو جھٹلایا اور پیغمبر کا انکار کیا، تمنا کریں گے کہ کاش زمین انہیں نگل لے، لیکن وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔" (النساء4، آیت:42، 41)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ ان آیات کو سن کر اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

ایک دن وہ اپنے احباب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور انھوں نے یہ آیت پڑھی:

"بربادی ہے ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، وہ لوگ جب دوسروں سے اپنا حصہ پورا وصول کرتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں، لیکن جب خود دوسروں کو ناپ تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ انھیں ایک عظیم دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا، جب سب لوگ تمام جہانوں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے؟" (المطففین 83، آیت 6-1)

اس مقام پر وہ بار بار یہی آیت دہراتے رہے "جس دن تمام انسان اپنے رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے" اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ بے ہوش ہو گئے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ فرماتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زہد و تقویٰ اور اصابت رائے میں ہم سب پر فائق تھے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی تقویٰ اور پابندی سنت کا خیال رکھتے تھے ،ایک مرتبہ پانی مانگا، کسی نے شیشہ کے گلاس میں لاکر پیش کیا، انھوں نے انکار کر دیا، جب دوبارہ وہ لکڑی کے پیالے میں لایا تو پی لیا، پانی پی کر وضو کے لیے برتن مانگا، انھوں نے طشت وآفتاب پیش کیا، آپ نے انکار کر دیا اور لوٹے سے وضو کیا۔

استغنا اور سخاوت:

مال و دولت آپ کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں تھی اور بڑی سے بڑی دولت کو ٹھکرا دیتے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یزید کو ولی عہد بنانا چاہا تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عندیہ لینے کے لیے بھیجا، انھوں نے آکر کہا کہ آپ صحابی اور امیر المومنین کے لڑکے ہیں، لوگ بھی آپ کی بیعت پر آمادہ ہیں، پھر کیوں نہ ہم لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لیں۔ انھوں نے پوچھا کیا سب آمادہ ہیں؟ کہا: ہاں معدودے چند اشخاص کے سوا سب تیار ہیں، کہا اگر تین آدمی بھی میرے مخالف ہیں تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں ہے۔ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ وہ کشت و خون کو ناپسند کرتے ہیں تو دبے لفظوں میں کہا کہ پھر آپ ایسے شخص کے ہاتھ پر کیوں نہ بیعت کر لیں جس پر سب متفق ہو جائیں گے، اس کے عوض آپ کو اس قدر زمین اور نقد مال دیا جائے گا کہ آپ کی پشتہا پشت کے لیے کافی ہوگا، یہ سن کر آپ غصہ سے بیتاب ہو گئے اور کہا تمھاری یہ مجال، ابھی میرے یہاں سے نکل جاؤ اور پھر کبھی صورت نہ دکھانا، میرا دین تمھارے درہم و دینار کے عوض فروخت نہیں ہو سکتا، مجھ کو امید ہے کہ جب دنیا سے جاؤں گا تو میرے ہاتھ ان آلائشوں سے پاک ہوں گے۔ زہد و تقوی کی اصل آزمائش کا وہ وقت ہوتا ہے جب دنیا اپنے تمام ساز و سامان اور دلفریبیوں کے ساتھ دعوت دیتی ہے، مگر انسان اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا حضرت ابن عمر کو بارہا ایسے مواقع میسر آئے کہ اگر چاہتے تو بلند سے بلند مرتبہ پر فائز ہو سکتے تھے، مگر انھوں نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

آپ کی زندگی میں تقویٰ، سادگی اور سخاوت اس حد تک موجود تھے کہ ان کی ان صفات نے انھیں صحابہ اور تابعین کے نزدیک انتہائی معزز بنا دیا تھا۔ وہ اتنے سخی تھے کہ غربا اور مساکین پر بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا، اس کے علاوہ، بیت المال سے انہیں ایک معقول وظیفہ بھی ملتا تھا، حاصل شدہ منافع اور وظیفے کی رقم ضرورت مندوں پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے۔ ایوب بن وائل الراسی رضی اللہ عنہ نے ان کی سخاوت کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا، فرماتے ہیں:

ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو چار ہزار درہم اور ایک مخملی چادر ملی، اگلے روز میں نے انھیں بازار میں اپنے اونٹ کے لیے چارہ ادھار خریدتے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں ان کے اہلِ خانہ کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ: کیا ابو عبد الرحمان (یعنی عبداللہ بن عمر) کو کل چار ہزار درہم اور ایک چادر نہیں ملی تھی؟، ان کے اہلِ خانہ نے جواب دیا: ہاں، بالکل ملی تھی۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ: میں نے آج انھیں بازار میں دیکھا، وہ اپنے اونٹ کے لیے چارہ خرید رہے تھے اور ان کے پاس رقم نہیں تھی۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ کے اہلِ خانہ نے فرمایا کہ وہ ساری رقم تو انھوں نے رات میں ہی صدقہ کر دی تھی، رہی چادر تو، تو وہ اسے اپنے کندھے پر ڈال کر باہر نکلے اور جب واپس آئے تو وہ چادر ان کے پاس نہیں تھی، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ انھوں نے وہ چادر بھی ایک حاجت مند کو عطا کر دی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانے اور ان کی مدد کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اکثر غربا و مساکین اور یتیموں کو اپنے دسترخوان سے کھلاتے، انھوں نے ایک بار اپنے بچوں کو اس بات پر سرزنش کی کہ وہ امیروں کا خیال کرتے ہیں اور غریبوں کو نظر انداز کرتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا: "تم امیروں کو دعوت دیتے ہو اور غریبوں کو چھوڑ دیتے ہو۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک دولت کی حیثیت خادم کی سی تھی نہ کہ مالک کی، ان کا ماننا تھا کہ یہ زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ محض ہے نہ کہ عیش و عشرت کے حصول کا۔ ایک مرتبہ ان کے ایک دوست جو خراسان سے آئے تھے، ان کے لیے ایک نہایت خوبصورت اور نفیس کپڑا لائے۔ انھوں نے کہا: "میں آپ کے لیے یہ لباس خراسان سے لایا ہوں، یہ یقیناً آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے گا، میرا مشورہ ہے کہ آپ اپنے کھردرے کپڑے اتار کر یہ خوبصورت لباس زیب تن فرمائیں۔"

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: "مجھے دکھاؤ۔"

اور جب انھوں نے اس خراسانی لباس کو چھوا تو پوچھا، "کیا یہ

ریشم ہے؟"

دوست نے جواب دیا: "نہیں، یہ کپاس ہے۔"

کچھ دیر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اس خراسانی کپڑے کو کو پرے دھکیلتے ہوئے فرمایا:

"نہیں! مجھے اپنے آپ سے خوف ہے، مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھے غرور اور فخر میں مبتلا کر دے گا، اور اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

ان کی حیات تکلفات کی رنگا رنگیوں سے یکسر پاک تھی، 20,20 ہزار درہم ایک ایک نشست میں لوگوں کو دے ڈالتے تھے؛ لیکن خود ان کا یہ عالم تھا کہ، میمون بن مہران بیان کرتے ہیں:

"میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے ان کے بستر، چادر، قالین اور گھر کی دیگر تمام اشیا کا اندازہ لگایا۔ جو کچھ میں نے دیکھا، اس کی قیمت سو درہم بھی نہ تھی۔"

اور ایسا صرف اس لیے تھا کہ وہ حاصل شدہ وظائف اور آمدنی کُل کی کُل صدقہ فرمادیا کرتے تھے۔

تین براعظموں پر حکومت کرنے والے فاروق اعظم کا بیٹا اور یہ مسکنت، اللہ اکبر! ہر وہ چیز ناپسند تھی جس میں تنعم کی بو ہوتی، چنانچہ جمعہ کے علاوہ اور دنوں میں خوشبو کا استعمال بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ طریقۂ طعام بھی نہایت سادہ تھا۔

آپ کے غلام نافع کا بیان ہے کہ ایک دن ایک اونٹنی ذبح کی اور مجھ سے کہا مدینہ والوں کو مدعو کر آؤ، میں نے عرض کیا، کس چیز کی دعوت دیتے ہیں، روٹی تک تو ہے نہیں۔ فرمایا، خداتم کو بخشے، گوشت موجود ہے، شوربہ موجود ہے، جس کا دل چاہے گا کھائے گا، جس کا دل نہ چاہے گا نہ کھائے گا۔

اپنے تمام کام خود ہی انجام دیتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ جو کام خود کر سکتے تھے وہ دوسروں سے نہ کراتے تھے، یہاں تک کہ اونٹنی وغیرہ بٹھانے میں بھی دوسروں سے مدد نہ لیتے تھے۔

روایت حدیث وفقہ میں احتیاط:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کی انتہائی قریب سے پیروی کرنے کے باوجود، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرنے کے معاملے میں بہت محتاط تھے، بلکہ انہیں یہ خوف لاحق رہتا تھا کہ کہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بیان میں خطا نہ کر بیٹھیں۔ وہ صرف اسی صورت میں حدیث بیان کرتے جب انھیں اس بات کا مکمل یقین ہوتا کہ ہر لفظ صحیح طور پر بیان کر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ کے صحابہ میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو روایتِ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر سے زیادہ محتاط ہو۔

اسی طرح، وہ فتویٰ دینے کے معاملے میں بھی انتہائی محتاط رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کسی خاص معاملے پر فتویٰ طلب کیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "مجھے اس مسئلے کے بارے میں کوئی علم نہیں۔" جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عبداللہ نے خوشی سے تالی بجائی اور خود کلامی کرتے ہوئے کہا: "عمر کے بیٹے سے اس کے علم سے باہر کوئی سوال پوچھا گیا اور اس نے کہہ دیا کہ مجھے نہیں معلوم۔"

اسی احتیاط کے سبب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قاضی یا خلیفہ بننے کے لیے ہچکچاہٹ کا شکار تھے، حالانکہ وہ ان عہدوں کے پوری طرح اہل تھے۔ قاضی کا عہدہ اسلامی معاشرے اور ریاست میں سب سے اہم اور معزز عہدوں میں سے ایک تھا، جو عزت، وقار اور یہاں تک کہ دولت بھی فراہم کرتا تھا۔ لیکن جب خلیفۂ سوئم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ عہدہ پیش کیا تو انھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے انکار کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ قاضی کے عہدے کی اہمیت کو کم سمجھتے تھے بلکہ وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں وہ اسلام سے متعلق فیصلوں میں کوئی غلطی نہ کر بیٹھیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے 2,630 احادیث مروی ہیں، روایتِ حدیث میں انتہائی احتیاط فرماتے تھے اکثر روایت کرتے وقت ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی تھیں۔

وصال پر ملال:

آپ کا وصال 74 ہجری (692 عیسوی) میں مکہ مکرمہ میں 87 سال کی عمر میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) پر اپنی رحمت فرمائے، ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کے ساتھ محشور فرمائے۔

ماخذ و مراجع: بخاری، مسلم، طبقات الکبریٰ لابن سعد، سیر اعلام النبلاء، فتوح البلدان، مستدرک حاکم، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، السیرۃ النبویہ، تاریخ الاسلام، حلیۃ الاولیاء۔ ■■■

چراغِ خانہ

مسلم لڑکیاں اور دینی تعلیم سے دوری

محمد تحسین رضا نوری

چوبیس گھنٹے میں انسان کو کھانے کی ضرورت صرف تین مرتبہ پڑتی ہے، بعض اشخاص دو وقت کے کھانے پر ہی گزارہ کر لیتے ہیں، لیکن علم دین کی ضرورت ہر فرد کو ہر وقت پڑتی ہے، موجودہ دور میں قوم کو تعلیم کی جس شدت سے ضرورت ہے اُس کا کوئی منکر نہیں، کیوں کہ قوم کا عروج و زوال علم ہی سے وابستہ ہے، قوم و ملک کی ترقی میں علم ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، کیوں کہ علم حضرت انسان کو معزز و ممتاز کر دیتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱﴾ (المجادلہ: 11)

ترجمہ: اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علم کی اہمیت و ضرورت کے متعلق ارشاد فرمایا:

"طلب العلم فریضة علی كل مسلم و مسلمه."

ترجمہ: علم دین کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے،

اس حدیث شریف کی تشریح میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے: اس حدیث سے مراد وہ علم ہے جس کا سیکھنا فرض عین ہے، فرض عین وہ علم ہوتا ہے جس کی انسان کو اپنے دین میں ضرورت پڑتی ہے، جیسے علم اصول عقائد جس کے اعتقاد سے آدمی مسلمان سنی المذہب بنتا ہے، اور انکار سے کافر یا بدعتی۔ اُس کے بعد علم مسائل صوم و صلوٰۃ جس کی انسان کو عبادات میں ضرورت پڑتی ہے، اس کے علاوہ روز مرہ کی ضروریات کا علم، جس سے اشیاء کا حسن و قبح، حلال و حرام جانا جا سکے۔ (علیٰ ھذا القیاس)

آج ہمارا معاشرہ علم کے اعتبار سے بالکل کورا نظر آتا ہے، بعض لوگ لڑکوں کی پڑھائی لکھائی پر خوب دھیان دیتے ہیں لیکن بچیوں کی تعلیم و تربیت پر بالکل توجہ نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ لڑکیاں پڑھ کر کیا کریں گی، آخر کرنا تو انھیں امور خانہ داری ہی ہے۔ اور بہت سے پڑھاتے تو ہیں لیکن صرف اسکول کالج ہی پڑھاتے ہیں۔

دنیوی تعلیم دینا اچھی بات ہے، لیکن ایک مسلمان کے لیے بنیادی طور پر قرآن کریم، اپنے نبی اپنے مذہب کی تعلیمات حاصل کرنا بھی نہایت ضروری ہے، یاد رکھیں، شریعت مطہرہ نے خواتین کے لیے بڑے حقوق رکھے ہیں، اور دینی تعلیم سے آراستہ کرنا یہ اُن کا حق ہے۔

اس پر خطر اور پر فتن دور میں تیزی سے بڑھ رہے فتنہ ارتداد کو روکنے کا واحد ذریعہ "دینی تعلیم و تربیت" ہے۔ صرف دنیوی تعلیم پر اکتفا کرنا اور دینی تعلیم کو پس پشت ڈال دینا خطرے سے خالی نہیں، موجودہ دور میں دنیوی تعلیم کو ہی سب کچھ سمجھا جاتا ہے جس کے نتائج آج اس صورت میں دیکھنے کو ملے کہ سیکڑوں مسلم بچیاں مرتد ہو گئیں، اور غیر مسلموں کے ساتھ بھاگ کر شادی کر لی، جنتیوں کی صفوں سے نکل کر جہنمیوں کی صفوں میں شامل ہو گئیں۔ حالانکہ اس طرح کی شادیاں کرنے اور مرتد ہونے والی کئی لڑکیوں کی زندگیاں تباہ ہو چکی ہیں۔ ان لوگوں نے خود اپنی تباہی و بربادی کی المناک کہانیاں سنائی ہیں، انہوں نے خود اعتراف کیا کہ ان کا شوہر انہیں اپنے دوستوں کے بھی حوالے کر رہا تھا، ہم آئے دن اخبارات، رسائل و جرائد، سوشل میڈیا پر یہ خبریں دیکھتے رہتے ہیں، لیکن پھر بھی ان کیسز میں کمی ہوتی دکھائی نہیں دیتی، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ میری ناقص عقل کے مطابق اس کا سبب دینی تعلیم سے دور رہنا اور گھر میں دینی ماحول کا نہ ہونا ہے، اگر ہم نے ان کو دینی تعلیم دی ہوتی، اُن کو (مکمل عالمہ نہ صحیح لیکن) اتنا تو پڑھایا ہوتا کہ وہ خود قرآن مجید کو مع ترجمہ اور چند چھوٹی چھوٹی حدیث کی کتابیں پڑھ لیتیں، اُن کو اُن کے مذہب و مسلک کی حقانیت معلوم ہوتی، والدین اُن کو شرم و حیا کا پیکر بناتے، بے شرمی بے حیائی کے بھیانک نتائج سے انہیں واقفیت کراتے تو آج یہ دن ہمیں دیکھنے کو نہ ملتے۔

ہماری لڑکیاں ان کے جال میں جن وجوہات سے پھنستی ہیں، ان میں ایک بڑا سبب اختلاط مرد و زن ہے، یہ اختلاط ہر جگہ پر پایا

جاتا ہے، کوچنگ کلاسز میں بھی پایا جاتا ہے اور ہوسٹلز میں بھی پایا جاتا ہے، موبائل انٹرنیٹ، سوشل میڈیا کے ذریعہ یہ اختلاط اور عام ہو گیا ہے، پیغام بھیجنے اور موصول کرنے کی مفت سہولت نے اسے اس قدر اس بے حیائی کو بڑھاوا دے دیا ہے کہ گھر والوں کے سامنے لڑکی سوشل میڈیا کے ذریعہ واٹس ایپ، فیس بک، ٹوئیٹر، انسٹاگرام وغیرہ پر لڑکوں سے بات کر رہی ہوتی ہے اور اہل خانہ کو اس بات کی بھنک تک نہیں لگتی، معاملہ تب کھل کر سامنے آتا ہے جب لڑکی جا چکی ہوتی ہے۔

آج جہاں دیکھو عورتوں کی بھیڑ نظر آتی ہے، آج ہماری ماں اور بہنیں میلوں اور ٹھیلوں کی زینت بنی ہوئی ہیں، مرد حضرات شادی بیاہ، بازار، دوکان، اسکول، کالج، ٹیوشن وغیرہ اکیلے جانے کی اجازت دے دیتے ہیں، یہ بھی نہیں دیکھتے کہ لڑکی باپردہ گئی ہے یا بے پردہ، یاد رکھیں، گھر کی خواتین کو بے پردہ گھمانے والے شخص کو حدیث شریف میں "دیوث" کہا گیا ہے، اور دیوث جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔

اسکول و کالجز میں پڑھنے والے غیر مسلم لڑکے ہماری بچیوں کو مال و دولت، اور عیش و آرام کی جھوٹی زندگی دکھا کر باآسانی اُنہیں اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں، اور یہ لڑکیاں اپنے ایمان کا سودا ایک ایسی چیز سے کر دیتی ہیں جس کا خارج میں وجود تک نہیں ہوتا، اُن کے ساتھ جا کر اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں، آخر میں دردناک موت اور دائمی عذاب کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا، آخر یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ صرف اس بنا پر کہ اُن کی تربیت اسلامی ماحول میں نہیں ہوتی، اُن کے پاس ضروریات دین کا علم نہیں ہوتا، وہ مذہب اسلام اور اپنے ایمان کی اہمیت نہیں جانتی، اسی لیے اپنے ایمان کو دنیا کے بدلے بیچ دیتی ہیں۔

اسلامی طبقہ کے وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے کثیر مال و دولت سے نواز ہے، اور سیر و تفریح کی غرض سے جن کی آمد و رفت مختلف علاقوں اور مختلف ممالک میں ہوتی رہتی ہیں، جہاں وہ قسم قسم کے مذاہب کے لوگوں کو دیکھتے ہیں، اور لباس بشر میں ملبوس شیطان صفت ایسے مسلمانوں کو دیکھتے ہیں جن کا ان کے دین و مذہب سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا، ان سب کو دیکھ کر یہ افراد اُن کا اثر بہت جلد قبول کر لیتے ہیں اور آزاد خیالی اور جدت پسندی کے شکار ہو جاتے ہیں، پھر اُنہیں بغیر نقاب کے گھومنے، پارکوں اور کلبوں میں رات گزارنے، نامحرم مردوں کے ساتھ ہنسنے کھیلنے، اور اُن سے دوستی یاری کرنے کو برا نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ اسے دور جدید کے نئے فیشن کا نام دے دیتے ہیں، پھر اُنہیں اسلامی ماحول میں گھٹن محسوس ہونے لگتی ہے، اور اُن کے دیوث قسم کے والدین اُنہیں پوری چھوٹ دے کر اپنا دامن یہ کہ کر جھاڑ لیتے ہیں کہ ہمیں ہماری بچی پر پورا یقین ہے، اسے بھی حق ہے آزاد زندگی گزارنے کا۔ نعوذ باللہ من ذٰلک وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ بروز قیامت سب سے پہلے اُنہیں کی گردن دبوچی جائے گی۔

معزز قارئین! ذرا انصاف سے بتائیں کیا اس طرح کے ہونے والے جرائم اور کیسز کی ذمہ دار کیا صرف مرد ذات ہے، عورت کا اس میں کوئی ہاتھ نہیں؟ یقیناً آپ سب کا جواب یہی ہوگا کہ ٪۹۰ فیصد اس میں پٹرول ڈالنے کا کام خواتین کی جانب سے ہوتا ہے جس بنا پر خواتین کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔ لہٰذا میں اُن والدین سے عرض کرنا چاہتا ہوں جن کے گھروں میں اس طرح کے خیالات پائے جاتے ہیں، برائے کرم نکلیں اُن غلیظ سوچوں سے، دوسروں کو دیکھ کر عبرت سیکھیں، خدانہ کرے ہمارے گھر کے کسی فرد کے ساتھ اس طرح کی نازیبا حرکتیں کی جائیں، کیا تب ہماری سمجھ میں آئے گا؟ عقلمند انسان وہی ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت قبول کر لیتا ہے، لہٰذا جدت پسندی کے جال سے باہر نکلیں اور اپنے اہل خانہ کی پرورش اور گھر میں اسلامی ماحول قائم کرنے کی طرف توجہ دیں۔

برائے کرم ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اس بات پر خصوصی توجہ دیں، مسلم گھرانوں کے اندرونی حالات پر بھی نگاہ رکھی جائے، مرد وزن کے اختلاط سے بچا جائے، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں لڑکے لڑکیوں کے سکشن الگ الگ کیے جائیں، ان کے موبائل، ان کی حرکات و سکنات اور آمد و رفت پر خصوصی توجہ دی جائے، تاکہ پہلے مرحلہ میں ہی اس کا سد باب ہو سکے، اسلامی اعمال و عبادات کی پابندی کروائی جائے، دینی تعلیم و تربیت پر زور دیا جائے، جس وہ صحیح سے اپنے دین کو سمجھ سکیں، اس مہم میں سب سے پہلے بچیوں کے والدین اور بھائیوں کو آگے آنا ہوگا۔ لہٰذا اس پر سختی سے عمل کرایا جائے۔

خواتین سے میری یہ گزارش ہے کہ فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کی کنیز بن کے رہیں، اپنے وجود کو جہنم کا حصہ نہ بنائیں، بلا اشد ضرورت گھر سے ہرگز نہ نکلیں، اگر نکلیں تو گھر کے کسی فرد کے ساتھ ہی جائیں، کیوں کہ بھیڑیوں کا گروہ تمھاری تاک میں ہے، ربِّ کریم ہم سب کے ایمان کی حفاظت فرمائے آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ■■■

فکرونظر

ہندوستان میں مدارس کا مستقبل

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

❋نومبر 2024 کا عنوان ــــ ہندوستان میں اسلامی ثقافت اور ورثے کا تحفظ

❋دسمبر 2024 کا عنوان ــــ جدید دنیا میں اسلامی تعلیمات کا نفاذ اور اس کے چیلنجز

مدارس اسلامیہ پر اعتراضات کیوں؟

مفتی محمد شاہد علی مصباحی

آج مدارس پر طرح طرح کے بے بنیاد اعتراضات کے ساتھ الزامات بھی عائد کیے جا رہے ہیں۔ اور اکثر وقتاً فوقتاً مدارس کو بند کرنے کی آوازیں بھی اٹھائی جانے لگی ہیں۔ آئیے آج ہم مدارس کے متعلق جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے مدرسہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف ملاحظہ فرمائیے:

مدرسہ عربی لفظ ہے جو "درس" سے ماخوذ ہے۔ درس کا معنی "سبق" اور مدرسہ کا معنی: درس دینے یا پڑھانے کی جگہ۔ جیسے مختلف زبانوں میں جن مقامات پر تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری ہوتا ہے ان کو "اسکول"، "پاٹھ شالا"، "دبستان" وغیرہ کہتے ہیں اسی طرح عربی میں "مدرسہ" کہتے ہیں۔ مدرسہ ایک ایسی درس گاہ ہے، جہاں قرآن مجید، احادیث مبارکہ، فقہ، منطق، فلسفہ، کے ساتھ ہندی، انگریزی، سائنس، حساب وغیرہ علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مدارس میں بھی اسکولوں کی طرح تعلیم کے دو طریقے رائج ہیں۔

کلاس کے بعد طلباء اپنے اپنے گھر چلے جائیں۔

طلباء مدرسہ میں رہ کر (ہاسٹل) تعلیم حاصل کریں۔

دوسرے نظام تعلیم میں درس گاہ کے علاوہ طلباء تقریباً پانچ گھنٹے اساتذہ کی نگرانی میں اپنے اسباق یاد کرتے ہیں اور اس طرح تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابیاں حاصل کرتے ہیں۔

مدرسہ کا نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے رائج ہے۔ اور اس میں وقتاً فوقتاً ضروری تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں تاکہ یہ نظام وقت کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔

انہیں مدارس کے تعلیم یافتہ عظیم محقق زکریا الرازی نے بغداد میں دنیا کا پہلا اسپتال قائم کیا تھا، چیچک پر دنیا کی پہلی کتاب لکھی تھی، الرجی پر دنیا کا پہلا رسالہ لکھا تھا، شیخ بو علی سینا نے مائکرو اسکوپ کی تحقیق کی تھی، ابوالقاسم زہراوی نے آپریشن کے لیے 200 سے زائد آلات ایجاد کیے تھے، (جن میں سے کئی ابھی تک رائج ہیں) ابو عبداللہ محمد بن احمد نے دنیا کا سب سے پہلا انسائیکلوپیڈیا تیار کیا تھا۔ اسی طرح دنیا میں بڑے بڑے اور نمایاں کارنامے انجام دینے والے انہی مدارس کے پروردہ تھے، اور آج بھی فارغین مدارس ملک کی سینٹرل یونیورسٹیز: دہلی یونیورسٹی، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، بنارس ہندو یونیورسٹی غیرہ میں پروفیسر، اسسٹنٹ پروفیسر عہدوں پر بحسن و خوبی کام کر رہے ہیں۔ اور انہی مدارس کے فارغین نے آئی۔ اے۔ ایس۔، آئی۔ پی۔ ایس۔ جیسے عہدوں کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے۔

ساتھ ہی لوک سبھا کے ممبر اور دیگر مختلف میدانوں میں اپنی قابلیت سے کامیابی کے علم نصب کیے ہیں، یہاں تک کہ انہی مدارس سے پڑھ کر ملک کے عظیم ترین عہدے نائب صدر جمہوریہ کو نا صرف حاصل کیا بلکہ کامیابی کے ساتھ اس عہدے کی ذمہ داریاں بھی نبھائی ہیں۔

موجودہ دور میں مدارس اسلامیہ نے اپنے تعلیمی نصاب میں

ضروری ترمیم کرتے ہوئے ہندی، انگریزی، حساب، سائنس وغیرہ عناوین کو ضروری جگہ دی ہے۔ جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ مدارس اسلامیہ کسی عصری ادارے سے پیچھے نہیں ہیں۔

حکومتی سطح پر بہار، اتر پردیش اور دیگر صوبوں کے وہ مدرسے جنہیں حکومت وقت کی امداد ملتی ہیں مگر در پردہ ان کو ختم کرنے کی سازشیں بھی بھرپور طریقے سے کی جارہی ہیں، کیوں کہ ان کی نگاہ میں مدارس کا وجود ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ آزادی کی لڑائی سے لے کر اس ملک میں اعلیٰ مناصب کے حصول تک تمام چیزوں میں مدارس کے فارغین نے بحسن وخوبی خدمات انجام دی ہیں۔ علامہ فضل حق خیر آبادی ہوں یا حسرت موہانی سب نے مدرسے میں تعلیم حاصل کی ہے اور ملک وملت کے لیے عظیم قربانیاں اہل مدارس نے پیش کی ہیں۔

مدارس نادار بچوں کی تعلیم کو یقینی بناتے ہیں:

حکومت اور خود ساختہ مخیران ملک ہمیشہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ تعلیم کا حق سب کو ملنا چاہیے؛ مگر جب اس کے پریکٹیکل کی باری آتی ہے تو کوئی کہیں نظر نہیں آتا۔

جو خود ساختہ سماج سیوک فری تعلیم پر بھاشن بازی کر رہے ہوتے ہیں وہی اپنے پرائیویٹ اسکولوں میں ایک غریب بچے کا داخلہ لینے میں بھی پسینہ پسینہ ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ مدارس غریبوں کی نہ صرف تعلیم کو یقینی بناتے ہیں بلکہ ان کے رہنے، کھانے اور دیگر ضروریات تک کی تمام سہولیات مفت فراہم کرکے حقیقی طور پر تعلیم کی خدمت کے ساتھ ملک کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

اب ایسے میں ان مدارس پر انگلی اٹھانا دو معنیٰ رکھتا ہے۔

ایک تو یہ کہ ایسے لوگ تعلیم کے ساتھ غریبوں کے بھی دشمن ہیں، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ غریب تعلیم حاصل کرکے کامیاب نہ ہوں بلکہ ہماری جوتیاں سیدھی کرتے رہیں۔

دوسرا معنی یہ کہ ان کی نظر ملک کے ان دو فیصد بچوں پر ہے جو مدارس میں مفت تعلیم حاصل کر کے نمایاں کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔ نظر اس طور پر ہے کہ مدارس کو داغدار اور بدنام کرکے ان بچوں کو بھی اپنے اسکولوں میں لائیں، تاکہ ان سے بھی موٹی رقم وصول کی جاسکے اور اپنے اسکولی بزنس کو مزید فائدہ مند بنایا جاسکے۔

ہم حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مدارس کی تعمیر و ترقی اور بہتری کے لئے کوشش کرے اور اہل مدارس کو نشانہ بنانے کے بجائے ان کی امداد کو بڑھائیں۔ تعمیر کے لحاظ سے بوسیدہ ہو چکی عمارتوں کی مرمت اور اقلیتی فنڈ کو اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کریں۔ حکومت مدارس کو بند کرنے کی سوچنے سے بہتر ہے کہ دوسرے پروفیشنل ادارے بھی کھولے تاکہ ان مدارس سے نکلنے والے فارغین ان میں تعلیم حاصل کر کے ملک کی بہتری، تعمیر و ترقی میں اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

موجودہ بھارت میں مدارس کا مستقبل:

مگر پریشانی یہ ہے کہ جس طرح کے حالات آج مدارس کے خلاف بنائے جارہے ہیں، جیسی مورچہ بندی مدارس کو نیست و نابود کرنے کے لیے کی جاچکی ہے اور جس طرح مدرسہ بورڈ کے وجود کو نفرت کے بھنور میں ڈال دیا گیا ہے ان کو دیکھ کر سطحی فکر افراد کے خیالات کی دنیا بڑی مضمحل نظر آتی ہے۔ اور کئی مرتبہ بے ساختہ لوگ یہ شعر سنا جاتے ہیں۔

اب خدا ہی مری کشتی کو بچائے تو بچے
ظلمتیں یاس کی ہیں شام ہیں طوفانوں کی

وہ سوچتے ہیں اگر حالات ایسے ہی رہے تو بھارت میں مدارس کا مستقبل بڑا دھندھلا سا نظر آتا ہے۔ مگر ہم مؤمن ہیں اور ہم ناامید نہیں ہوتے۔

میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ گھبرانے اور پریشان ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ گھبراہٹ اور بے چینی ہمیشہ فیصلہ کرنے کی قوت سلب کر دیتی ہے۔ اور ہم ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑے ہیں جہاں ہمیں پورے ہوش و حواس میں اپنی مذہبی تعلیم کے بقاء کا فیصلہ کرنا ہے۔ یہ وہ فیصلہ ہے جو دانشمندی کے کمال کے ساتھ ہی لیا جاسکتا ہے جو گھبراہٹ اور اضطرار کی کیفیت میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔

ہمیں ٹھنڈے دماغ سے کمال اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر مدارس کی بقا اور دینی تعلیم کے تحفظ کے لیے (Alternate) دوسرے راستے تلاش کرنے ہوں گے۔ اگر ایک راستہ بند ہوتا نظر آتا ہے تو دوسرا راستہ ضرور کہیں نہ کہیں کھل رہا ہوتا ہے۔ بس ہمیں اسے تلاش کرنا ہے۔ خواہ وہ آن لائن اسلامک یونیورسٹی کے قیام کی صورت میں ہو، انفرادی تعلیم کے دور کا بنظر غائر مطالعہ ہو، سیاسی افراد سے وفود کی شکل میں مل کر کوئی رستہ نکالنے کی کوشش ہو یا پھر اس عمر کے بچوں کی دینی تعلیم کے ذہن سازی کی ترکیبیں بنانی ہوں جس عمر کے بچے لازمی عصری تعلیم کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔

پھر ہم کیوں مضطرب ہوں! ہمارا رب ایسا کارساز ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو کنارے لگاتا ہے، حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سلامت رکھتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نار نمرود کو گلزار کرتا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کو کواں سے نجات عطا فرماتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے امان دیتا ہے، اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے۔

توہمیں اپنے رب پر کامل توکل کرتے ہوے مکمل ہوش و حواس میں سر جوڑ کر اپنے مستقبل کا فیصلہ لینا ہے۔ یاد رہے ہماری گھبراہٹ یا اضطراری کی کیفیت ہماری نسلوں کے مستقبل کو نہیں سنوار سکتی مگر ہماری قوم کے اعلیٰ ترین ذہنوں کا سکون و اطمینان کے ساتھ مشاورت کے بعد لیا گیا فیصلہ ضرور ہمارے ملک میں ہمارے مدارس کے وجود و بقاء کا ضامن ہو سکتا ہے۔ اللہ رب العزت اسلامیان ہند کو فہم کامل عطا فرمائے اور ان کے فیصلوں کو قوم مسلم کے حق میں بہتر بنائے۔

▫▫▫▫▫

مدارس اسلامیہ کی تنزلی کے اسباب اور مستقبل کا لائحۂ عمل

محمد تحسین رضا نوری

موجودہ دور میں مدارس اسلامیہ کی تشویش ناک صورتِ حالت سے کون واقف نہیں؟ آئے دن ہمارے ادارے، مسجدیں اور خانقاہیں غیروں کی خباثت و بدنیتی کا شکار ہو رہی ہیں، شب و روز ہماری مذہبی آزادی کو ہم سے چھیننے اور من چاہے غیر مناسب قوانین ہم پر تھوپنے کی کوششیں جاری ہیں، فرضی اعتراضات و سوالات سے تعلیمی اداروں پر حملے کر کے اُنہیں بدنام کیا جا رہا ہے، آج قوم کے ذہن و فکر میں طرح طرح کے خلجان پیدا کرنے والے یہ بھول گئے کہ آج جن قوانین و ضوابط اور اصولوں پر ہندوستان کی بقا قائم ہے اُن قوانین کو ترتیب دینے اور نافذ کرنے میں انہیں مدارس سے فارغ شدہ افراد کی ناقابل فراموش کاوشیں بھی شامل ہیں، انہیں مدارس میں پڑھنے والے مجاہدین جنگ آزادی کہلائے، تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں گے تو ذہن و فکر کے بند دریچے خود بخود کھل جائیں گے اور مخالفین و معاندین کو یہ ماننے پر مجبور ہونا ہی پڑے گا کہ انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے جہاد کا فتویٰ دے کر لوگوں کو خواب غفلت سے جگانے اور اُن کے جوش و جذبہ کو اُبھارنے والا شخص کوئی اور نہیں بلکہ انہیں مدرسوں میں تدریسی فرائض انجام دینے والا ایک عالم تھا، جن کے فتویٰ دینے کے بعد ہر قوم کے دلوں میں جذبہ جہاد جاگ اٹھا اور ہمارا ملک انگریزوں کے چنگل سے آزاد ہو گیا مگر افسوس آج چند منفی سوچ رکھنے والے افراد کی وجہ سے اُنھی مدرسوں کو آتنک واد کے اڈے سے تعبیر کیا جانے لگا، اور اُن پر ہر چہار جانب سے پابندیاں عائد ہونے لگیں، یہاں تک کہ اس قدر ان پاکیزہ اداروں کے صاف و شفاف چہروں کو داغدار کیا گیا کہ لوگ حکومت سے ان مدارس کو بند کرنے کا مطالبہ کرنے لگے۔

کیا ہم نے کبھی سوچا کہ آخر آج ہمیں یہ دن کیوں دیکھنا پڑ رہے ہیں، آج ہمارے ادارے بند ہونے کی کگار پر کیوں ہیں؟ آخر اس انجام کا ذمّہ دار کون ہے؟ یقیناً آپ اگر سوچیں گے تو جواب یہی آئے گا کہ ان تمام تر مشکلات کے اصلی ذمّہ دار ہم خود ہیں، کیوں کہ ہم اپنے اداروں کو اُن کے حال پر چھوڑ کر اپنی زندگی کے عیش و آرام میں ایسے مصروف ہو گئے کہ ہمیں کبھی یہ فکر لاحق ہی نہیں ہوئی کہ مدرسے کی ضروریات کیسے پوری ہو رہی ہوں گی، یا مدرسے کو کسی طرح کی کوئی ضرورت تو نہیں، مدرسے میں رہنے والے طلبہ و مدرسین کیا کھا رہے ہیں اور کہاں سو رہے ہیں، مدرسے میں پڑھانے والے اساتذہ کی ماہانہ تنخواہ کا انتظام ہوا کہ نہیں، مدارس میں بجلی و پانی کا اہتمام اور بیٹھنے اور لیٹنے کے لیے چٹائیاں دستیاب ہیں کہ نہیں۔ افسوس کبھی ہمارے ذہن و فکر میں یہ سوالات نہیں اٹھے، یہاں تک کہ مدرسے کے لیے چندہ لینے آنے والے لوگوں کو ایک الگ نگاہ سے دیکھنے لگے، اُن کو ذلیل و کمتر سمجھنے لگے، ہم نے اُن کی کبھی کما حقہ مدد نہیں کی، بلکہ طرح طرح کے بہانے بنا کر انھیں اگلی تاریخ دے کر واپس کر دیا جاتا ہے۔

اِن ہی ذلتوں سے بچنے کے لیے ارباب مدارس نے ان اداروں کو سرکاری کرا دیا تا کہ ہماری روزآنہ کی نوک جھوک اور آوارگی و

بدمعاشی سے چھٹکارا مل سکے، ہمارے آگے دس دس روپے کے لیے چکر لگانے اور طرح طرح کی باتیں سننے سے بچ سکیں، طلبہ کے گذر بسر کے اخراجات باآسانی پورے ہو سکیں، بعض مقامات پر علما و حفاظ اور مدارس کے ذمّہ داران ماہِ رمضان میں روزے کی حالت میں صرف اور صرف دین اسلام کے فروغ اور مدارس اسلامیہ کی ترقی و خوشحالی کی خاطر سیٹھوں اور امیروں کے دروازوں پر لائن میں لگے ہوتے ہیں، وہاں بھی انھیں کوئی خاص رقم نہیں ملتی، لینے والوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کے ہاتھ بھی وہی پانچ سو سے ہزار تک ہی رقم ہاتھ لگتی ہے، اور یہ سیٹھ بڑے ہی تکبرانہ لہجہ میں سب سے پیش آتے ہیں۔

محترم قارئین! ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں، کہ کیا آپ اس طرح کی ذلت برداشت کر سکیں گے؟ ہرگز نہیں کیوں کہ آپ کو اپنی عزت و وقار کو چند روپے کے عوض ہرگز مجروح نہیں ہونے دیں گے، پھر ان علماء و حفاظ کی عزت کی فکر ہمیں کیوں نہیں؟ یہ اپنے فائدے کے لیے نہیں بلکہ دین وسنیت کی بقا کی خاطر وہاں لائن میں لگے ہوتے ہیں، گاؤں گاؤں جا کر ایک ایک بوری آٹا، چاول، گیہوں، دھان جمع کر کے لاتے ہیں تاکہ طلبہ کھانا کھا سکیں، ان تمام ذلتوں اور رسوائیوں سے بچنے کی خاطر علما نے مدارس کا رجسٹریشن کروا کر انھیں سرکاری کروا دیا، جس کا نتیجہ آج ہمیں دیکھنے کو مل رہا ہے۔

اگر ہم نے مدارس کی کماحقہ مدد کی ہوتی، اور ہر مہینہ خود جا کر ان کی پوچھ تاچھ کرتے اور ان کی ضرورت کا سامان بروقت ان کو پہنچتا رہتا تو یہ سرکاری کرانے کی نوبت ہی نہ آتی، ہم بھول گئے کہ ہم پر مساجد و مدارس کا بھی کوئی حق ہے، دنیا بھر کی تمام تر اخراجات ہم خوب کھل کر پوری کرتے ہیں، شادی بیاہ، پارٹی وغیرہ میں لاکھوں روپے اڑا دیتے ہیں لیکن جب بات دینی معاملات میں خرچ کرنے کی آتی ہے تو ہم بغلیں جھانکنے لگتے ہیں۔ ہمارے اسی رویہ کا نتیجہ ہے کہ ہماری بروقت صحیح مدد نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ مدرسے سرکاری ہوئے، اب جب ہم نے اپنے مدرسے کا نظام سرکار کے ہاتھوں میں سونپ دیا تو حکومت نے مدارس اسلامیہ میں اپنے من مانے احکامات جاری کر دیے جو کہ آئین ہند اور اسلامی نظریہ کے خلاف تھے۔ ہندوستان کا آئین یہ ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ کسی بھی دھرم کو زور زبردستی سے وہ کام کرنے کو کہا جائے جو اس دھرم کے موافق نہ ہو، لیکن پھر بھی جب ہم نے اُن احکامات پر عمل کرنے سے منع کیا تو ہماری حب الوطنی کو نشانہ بنا کر اداروں کو آتنکواد کا اڈا قرار دے دیا گیا۔

آج جب مدارس بند ہونے کی بات اٹھائی گئی تب ہمارے سوئے ہوئے ضمیر جاگے، اور ہم سڑکوں پر اترے، ہمارے احتجاج اور دعاؤں کا اثر یہ ہوا کہ عدالت نے فی الوقت مدرسوں کو بند کرنے سے منع کر دیا، لیکن خطرہ ابھی بھی ٹلا نہیں ہے، آنے واحد میں یہ مدہ پھر زور پکڑے گا اور مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنایا جائے گا، کیوں کہ مسلمانوں کو پسپا کرنے کے لیے سب سے طاقتور وار یہی ہے کہ نئی نسل کو دین اسلام سے دور کر دیا جائے، اور یہ کب ممکن ہو گا جب مدارس نہیں ہوں گے اور جو ہوں گے بھی اُن میں اُن کی مرضی کا نصاب شامل ہو گا، جس سے بچے کے ایمان و عقیدہ کو باآسانی بدلا جاسکتا ہے۔

لہٰذا ابھی وقت ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم مدارس اسلامیہ کی دیکھ بھال کی ذمّہ داری اپنے سر لیں، ہر شخص اپنے آپ کو ذمّہ دار سمجھے کہ اسے مہینہ میں کچھ رقم مدرسے سے پہنچانی ہے، علما و طلبہ کا مکمل خیال رکھنا ہے، اپنے علاقے کے مدرسے کو خوب مضبوط بنانا ہے، جو ادارے ابھی زیرِ تعمیر ہیں انھیں تعمیر کرنے میں مدد کرنی ہے، یقین جانیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ مزید بڑھتا ہے، راہِ خدا میں خرچ کرنے سے ہمارا دینی و دنیاوی دونوں فائدے ہیں، مثلاً ہم نے مدرسے میں مدد کی جس سے ہمیں راہِ خدا میں خرچ کرنے سے رب کی جانب سے اضافی طور پر انعام ملے گا یعنی رب تبارک وتعالیٰ ہمارے مال میں برکت عطا فرمائے گا، اور جب تک اس ادارے میں طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے رہیں گے ہمارے نامۂ اعمال میں نیکیاں بڑھتی رہیں گی، اور اسی طرح اگر ہم نے کسی طالب علم کو کتابیں وغیرہ ہدیتاً پیش کر دیں تو جب تک وہ اُسے پڑھے گا اور اُن کتابوں سے حاصل ہونے والے علم سے لوگوں کو دین سکھائے گا تب تک ہمیں اس کا ثواب ملتا رہے گا، اس طرح سے ہمیں دینی و دنیاوی دونوں فائدے حاصل ہوئے۔

لہٰذا میری جملہ مسلمانان ہند سے گذارش ہے کہ مدارس اسلامیہ کو جتنا ہو سکے مضبوط بنائیں اور وقت پر اُن کی مدد کرتے رہیں، طلبہ کے مابین کتابیں، کاپیاں اور اُن کی ضروریات کی دیگر اشیاء انھیں دیتے رہیں اور ثوابِ دارین کے حق دار بنتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، اور مدارس اسلامیہ کی حفاظت فرمائے، دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ■■■

مدرسوں کی ضرورت جتنی آج ہے کل اس سے بھی زیادہ ہوگی

رحمت اللہ مصباحی، نمائندہ روزنامہ انقلاب مبارک پور

ملک عزیز ہندوستان کے وسیع و عریض دامن میں مدارس دینیہ کا پھیلا ہوا جال اپنی افادیت و اہمیت کا لوہا منوا رہا ہے۔ ہر باشعور انسان اس کی عظمت کا معترف ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد فضائے مدارس میں قال اللہ و قال الرسول کا بلند ہونے والا پرکیف نغمہ قلوب عالم کو متاثر کرتا ہے۔ مدارس نے آزادی ہند کے ساز سے ساز ملا کر پرسکون فضا قائم کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ مدارس کے اساتذہ اور ان کے فارغین نے میدان عمل میں نکل کر اپنی ذمہ داریاں ادا کی ہیں۔ اسی کی خاک سے انسان بنائے جاتے ہیں۔ طرز معاشرت، انداز گفتگو، اچھائیوں کا رواج اور برائیوں کے خاتمہ کی آواز سب سے بلند و بالا انداز میں اسی گلزار علم و فن سے اٹھتی ہے، مدارس علمیہ عقائد ملت، ایمان کی نگہبان اور دین و شریعت کے وہ مضبوط و مستحکم قلعے ہیں، جہاں کسی قزاق زمانہ کی رسائی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہ وہ مینار نور ہیں جن کی شعاعیں جبر و ستم کی دھول سے مدھم نہیں ہوتیں۔ انسان سازی و تعمیری کردار کی ایسی کارگاہ ہے جہاں سماج کے شرپسند عناصر کو بھی آدمی و انسان بنایا جاتا ہے۔ مدارس شور و آگہی کو جلا بخشتے ہیں۔ دنیا و آخرت کو سنوارنے کا مرکز ہیں۔ مدارس صرف دین کے ہی نہیں انسانیت، بلند اخلاقی، اعلیٰ کرداری، نیک نفسی، آپسی اتحاد، مساوات، بھائی چارے اور امن و امان کے عملی درس گاہوں کے مضبوط ترین قلعے ہیں۔ انھی مدارس میں اپنے ملک، اپنی قوم سے محبت کا سچا سبق پڑھایا جاتا ہے، انسانیت کی خدمت کا درس دیا جاتا ہے، غریبوں، یتیموں، بے کسوں، مجبوروں، بیواؤں، ضعیفوں، مریضوں کی خدمت کا پاٹھ پڑھایا جاتا ہے۔

یہ مدارس ہی ہیں جہاں قوم و ملّت کے نونہالوں کو روحانی غذا فراہم کی جاتی ہے اور ان کے سینوں میں دین کی شمع کو روشن کیا جاتا ہے، ان کے ذہنوں میں آدمیت کی عظمت اور خدائے واحد کی قدرت کی روشنی بھری جاتی ہے۔ ہمدردی، ایثار، خلوص، خدمت خلق، حسن سلوک، معافی، درگذر، جیسے زندگی کے حقیقی اثاثے کی قدر و قیمت کا احساس دلایا جاتا ہے، عدل، انصاف، اور حق گوئی کے لیے جاں سپاری پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ یہ مدارس ہی ہیں جہاں سے آج بھی علم کی وہ روشنی پھوٹتی ہے جو انسان کو باطنی طور پر مزین و منزہ کر کے اسے انسانیت اور اشرف المخلوقات کے مقام بلند تک پہنچانے کی راہ دکھاتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا بالکل درست ہے کہ ہندوستان میں مدرسوں کی ضرورت جتنی آج ہے کل اس سے بھی زیادہ ہوگی۔ کیوں کہ ہندوستان کے عوامی مزاج اور جمہوری سوچ کو بگاڑنے کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں اور جس طرح انسانوں کی جماعت کو رنگ، نسل، ذات پات اور مذہب کے نام پر بانٹا جا رہا ہے اسے آپس میں ملانے جوڑنے، اور جوڑ کر ایک متحدہ ہندوستان بنانے کا فریضہ ایک بار پھر مدارس کو ہی ادا کرنا پڑے گا۔

سوشل میڈیا کے ذریعہ سماج و معاشرہ میں بڑھتی ہوئی دین بیزاری، اخلاقی انحطاط، کردار و سیرت کا زوال دور حاضر میں مدارس کی اہمیت کو دوچند کر دیتا ہے، اسلامی تہذیب و تمدن، دینی ثقافت و فرہنگ کا مرکز یہی مدارس ہیں۔ عصر حاضر میں کائنات کے گوشہ و کنار میں پائی جانے والی اسلامی تعلیمات کی روشنی انھی کی مرہون منت ہے۔ عصر حاضر میں تعلیمی مراکز اور مدارس دینیہ کے درمیان مابہ الاشتراک و مابہ الامتیاز پر غور کرنے سے مدارس کی ہمہ جہت افادیت واضح ہو جاتی ہے۔ آج دنیا کے تعلیمی مراکز میں طبقاتی نظام کی دھمک کسی نہ کسی اعتبار سے سنائی دیتی ہے۔ مال دار و متمول گھرانے کے بچوں کے تعلیمی مراکز اور مفلس و نادار خاندانوں کے بچوں کے تعلیمی مراکز میں اونچ نیچ تفریق نسل و قوم کے دل برداشتہ کرنے والے واقعات آئے دن چشم عالم کو آبدیدہ کرتے ہیں۔ مگر مدارس دینیہ اس غلاظت فکر و خیال سے پاک ہیں۔ یہاں سماج کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے خاندانوں کے بچے ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔ نہ امیروں کا کلاس روم غریبوں سے الگ ہوتا ہے نہ میز کرسی، معمولی سی ٹاٹ پٹی پر ہی امیر خاندان کے بچے کے پہلو میں غریب و نادار خانوادہ کا بچہ نہایت خندہ

پیشانی سے بیٹھ کر پڑھتا نظر آتا ہے، نہ پڑھنے والوں کو کسی قسم کی زحمت ہوتی ہے نہ پڑھانے والوں کو تکلیف۔

یہ تو تھا مدارس کا ماضی و حال جس کے تابندہ نقوش صفحہ ہستی پر سانس لینے والے ہر ذی روح سے خراج عقیدت اصول کر رہے ہیں۔

عہد رسالت میں اصحاب صفہ سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ زرین عصر حاضر میں خود پسندی، خود نمائی، خود خواہی، خاندان پرستی، اقربا پروری، احباب نوازی کے گرد و غبار میں ملیامیٹ ہو کر زوال و انحطاط پذیر ہے۔ ان حالات میں ماضی کے تناظر میں مدارس کے مستقبل کا جائزہ بھی لینا ضروری وہ لازم ہے۔ تاکہ مستقبل کے لیے جامع و معنی لائحہ عمل تیار کیا جاسکے۔

دور حاضر میں علمی شعبوں میں وسعت ہر روز علوم کے شعبے میں نئی نئی شاخوں کا کشف وانکشاف نیز ان شاخوں سے انسانی زندگی کا اٹوٹ رشتہ، ترقی و تنزلی سے مستحکم رابطہ، سماجی و معاشرتی احتیاجات و ضرورتوں سے نہ ختم ہونے والا تعلق صاحبان مدارس و متعلقین مدارس کے لیے جرس انتباہ ہے۔ روایتی انداز تعلیم، میراثی نصاب تدریس پر قائم رہ کر عصر حاضر کے تقاضوں سے چشم پوشی کر کے مدارس کے مستقبل کو درخشاں کہا جائے تو شاید نامناسب ہو۔ ہم معترف ہیں کہ مدارس کا مستقبل تاریک نہیں ہے۔ مگر مزید تابندہ بنانے اور زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ بنا کر مدارس کی افادیت کو نقش کالحجر بنایا جاسکتا ہے۔ گزشتہ ادوار کے تناظر میں یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔ تعلیم میں ثنویت کے تصور نے دین کی تبلیغ و ترویج کی رفتار کو سست کیا ہے۔ لہذا ارباب حل و عقد کی ذمہ داری ہے کہ عصر حاضر کے پیش نظر مدارس کے اندر تعلیمی توسیع کا منظم لائحہ عمل تیار کریں۔ کیونکہ دنیا کے تمام جدید علوم بذات خود اپنے دائرہ کار میں اس علم سے آراستہ افراد کے لیے کافی ہو سکتے ہیں۔ لیکن فارغین مدارس کا تعلق اور رابطہ چونکہ کسی ایک شعبہ سے مربوط افراد سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق سماج و معاشرہ کے ہر شعبہ میں سرگرم افراد سے ہے۔ دعوت و تبلیغ کسی ایک شعبہ کے افراد کے لیے نہیں ہیں۔ لہذا ہر شعبے کے افراد کی زبان، نزاکت و تقاضوں کو جانتا پہچانتا ہو تاکہ تبلیغ کا عمل مثمر ثمر واقع ہو۔

ممکن ہے کسی ذہن میں یہ خیال پیدا ہو کہ علوم کے اس وسیع شعبوں کے آگہی اور ان کی باریکیاں جاننا سمجھنا بہت مشکل امر ہے۔ مگر یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ اگر اس میدان میں گروہی عمل ہو تو بہت ہی آسان ہے۔ مدارس کے زحمت کش طلبہ کے لیے مشکل ضرور ہے لیکن راہ دین کی مشکلات کو برطرف کرنے کا وعدہ اللہ رب العزت کا ہے جو اپنے وعدے سے پلٹ نہیں سکتا ہے۔ ان تنصر اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم کی نوید جانفزا دلجوئی اور حوصلہ عطا کرتی ہے۔

آنے والے زمانے میں عالمی ماحول اور اس میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ہمیں اس بات پر غور کرنے پر مجبور کرتی ہیں کہ ہم بین الاقوامی و عالمی تقاضوں کو دقت نظر سے دیکھیں اور جائزہ لیں پھر اس کے پیش نظر تعلیمی نصاب، تربیتی نظام میں جہاں جہاں تبدیلی کی ضرورت ہو وہاں لازمی تبدیلی کے لیے ضروری اقدام کریں۔ لیکن یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ تبدیلی کی دھن میں مدارس کا بنیادی مقصد تعلیمات اسلامی کی ترویج تحفظ، کتاب و سنت کی نشر و اشاعت گم نہ ہونے پائے، کہ جب بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں تو عمارت بے اعتبار ہو جاتی ہے۔ ■■■

مدارس کو لاحق خطرات اور مستقبل کا لائحہ عمل

مولانا محسن رضا ضیائی (لکچرر: دی دکن مسلم انسٹی ٹیوٹ، کیمپ، پونہ)

مدارس دینیہ ہر دور میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور نونہالانِ قوم و ملت کی تعلیم و تربیت کے اہم مراکز رہے ہیں۔ اِن مدارس سے اپنے وقت کی کیسی کیسی اعاظمِ رجال اور اساطین علم و فن شخصیتیں پیدا ہوئیں، جنھوں نے دنیا بھر میں اسلامی افکار و نظریات اور قرآن و احادیث کی تعلیمات کو فروغ دیا اور اسلام و سنیت کی دعوت و تبلیغ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

ابتداے اسلام میں صحابۂ کرام نے مختلف علاقوں میں جاکر اسلامی انقلاب برپا کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے لوگوں کو متعارف کرایا، یہاں تک کے اسلامی تعلیم و تربیت سے لوگوں کا رشتہ استوار کرایا اور ان سب کے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا قائم کردہ ادارہ دار ارقم کا کردار اہم ہے، جسے اسلام کا پہلا مدرسہ ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ہے۔ اِس ضمن میں اصحابِ صفہ کے کردار کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے جنہوں نے مسجدِ نبوی کے سامنے ایک چبوترے پر بیٹھ کر تحصیلِ علم کیا اور پوری دنیا کو علم کی روشنی سے جگمگادیا۔

اِس میں کوئی دورائے نہیں کہ مدارس اپنے وجود سے لے کر اب تک اطرافِ عالم میں اپنی دینی، تعلیمی، سماجی، اصلاحی اور انقلابی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور مسلم معاشرہ کی تعمیر و ترقی میں نہایت ہی اہم فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے وطنِ عزیز ہندوستان کی بات کریں تو یہاں بھی صدیوں سے مدارس قائم ہیں، جنہوں نے یہاں سے گمرہیت ولادینیت کا قلع قمع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا ہے اور یہاں اسلامی تعلیمات و نظریات کی خوب اشاعت و تبلیغ کیا ہے۔ بلکہ اِس میں کوئی تردد و شبہ نہیں کہ اس ملک میں اسلام وسنیت کا سہرہ مدارس اور اس کے ابنا و فارغین ہی کے سر جاتا ہے، جنہوں نے یہاں کے مشکل حالات کا سامنا کیا اور نہایت ہی ظلمت و تاریکی میں رشد وہدایت کے چراغ کو فروزاں کیا۔

مدارسِ اسلامیہ کی ان ہی خدماتِ دینیہ کو آج کل یہاں بری نظر لگ چکی ہے۔ حالیہ چند سالوں سے مدارس کو کئی ایک مسائل اور چیلنجز درپیش ہیں، جن میں سب سے بڑا مسئلہ اُن کے وجود و بقا کا ہے۔ یاد رکھیں کہ مدارس دین کے اہم قلعے ہوتے ہیں اور اس کے ابنا و فرزندان اس کے محافظ ہوتے ہیں۔ جب کبھی باطل قوتیں ان قلعوں پر حملہ آور ہوتی ہیں تو یہیں سپاہیانِ اسلام اپنی عزیز اور قیمتی جانوں کی قربانیاں دے کر اس کا تحفظ و دفاع کرتے ہیں۔ اسلام کے ان قلعوں کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا ہم سب کی اہم اور اولین ذمہ داری ہے۔ آج دنیا بھر میں جو اسلام و سنیت کی بہاریں ہیں، وہ اِن دینی اداروں ہی کی مرہونِ منت ہیں، کیوں کہ پوری دنیا میں یہاں سے فارغ ہونے والے علما و فضلا نے ہر مشکل اور تشویش ناک حالات میں دین و شریعت کی دعوت و تبلیغ اور ان کے تحفظ و دفاع کے لیے عظیم قربانیاں پیش کی ہیں۔

موجودہ وقت میں مدارس کو کئی خطرات و خدشات لاحق ہیں۔ کچھ تو متعصب قوموں کے ذریعہ اور کچھ حکومتِ وقت کے ذریعہ۔ مدارسِ اسلامیہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور وہاں سے فارغ ہونے والے علما و فضلا کی مختلف میدانوں میں نمایاں کامیابیاں شدت پسند عناصر اور متعصب حکومت کو ایک آنکھ نہیں بھا رہی ہیں، اسی لیے وہ مدارس اور علما کو پے در پے زک پہنچانے یا انہیں ختم کرنے کے لیے مختلف اسباب کا سہارا لے رہے ہیں اور ان کے خلاف سخت اقدامات کر رہے ہیں۔ خاص طور سے مدارسِ عربیہ اور اساتذہ کو ملنے والے سرکاری وظائف اور مراعات پر قدغن لگانے کے لیے مستعد و سرگرمِ عمل ہیں۔ اس کے علاوہ تفتیشی ایجنسیوں کے ذریعہ مدارس کی چھان بین کرنا، ان پر الزامات واتہامات لگانا اور ان کے خلاف بلڈوزر کاروائی کرنا یہ روز مرہ کا مشغلہ بن گیا ہے۔ ہندوستان کے سیکڑوں مدارسِ اسلامیہ اسی طرح حکومتی تعصب و منافرت کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں اور ابھی کتنے ہی قدیم و جدیم اور بڑے مدارس پر حکومتی تلوار لٹکتی دکھائی دے رہی ہیں۔ یقیناً یہ وہ حالات ہیں جو اربابِ مدارس اور مسلمانوں کی راتوں کی نینداڑا دینے کے لیے کافی ہیں۔

اگر مدارس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ نہ صرف مدارس پر ہے بلکہ پورے مسلم معاشرے پر اس کے اثرات مرتب ہوں گے، کیوں کہ سماج اور مدارس کا رشتہ نہایت ہی گہرا ہے، ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر مدارس نہیں ہوں گے تو ہمارے مسلم معاشرے کو ضلالت و گمرہی، الحاد و بے دینی اور تباہی و بربادی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اسی لیے یہ نہ صرف مدارس کے وجود کی جنگ بلکہ پورے مسلم معاشرے کے وجود و بقا کی جنگ ہے، جس کے لیے ہر شخص کو اپنا بنیادی فرض ادا کرنا ہوگا اور مدارس کے تحفظ و دفاع میں اپنا اہم اور کلیدی کردار ادا کرنا ہوگا۔

اب وقت آ گیا ہے کہ اربابِ مدارس ملکی سطح پر مدارس کے بقا کی جنگ لڑنے کے لیے تیار رہیں، مدارسِ اسلامیہ کے تحفظ و بقا کے لیے امت کے ہر فرد خاص طور سے اربابِ حل و عقد کو آگے آنے کی ضرورت ہے تاکہ اجتماعی سطح پر پُرزور آواز بلند کی جاسکے۔ اس کے علاوہ اربابِ مدارس کو ایک مستقل اور مضبوط لائحۂ عمل تیار کرنے کی بھی سخت ضرورت ہے، جس سے مدارس کو درپیش مسائل و حالات سے نجات دلایا جاسکے۔ اس کے لیے ملکی سطح پر اربابِ مدارس کی ایک مستحکم تنظیم یا بورڈ کا قیام عمل میں لایا جائے، جس میں تمام مدارسِ عربیہ

کے ذمہ داران اور سربراہان شامل ہوں، ساتھ ہی ساتھ بڑی تعداد میں علما، وکلا اور سیاسی وسماجی اثرورسوخ رکھنے والے لوگوں کو اُس میں شامل کیا جائے، تاکہ جب بھی کسی مدرسہ پر کوئی افتاد آئے تو اُس تنظیم کے ذمہ دار افراد اُس کے ازالہ کی کوششیں کریں اور اس کا کوئی مستقل حل نکالیں۔ اگر کسی بورڈ یا تنظیم کا قیام عمل میں آجاتا ہے تو یقیناً ایسے نفرت اور تعصب زدہ صورتِ حال میں مدارس کے پاس ایک مضبوط پلیٹ فارم ہوگا جہاں سے وہ اپنی پُر زور آواز بلند کرسکتے ہیں اور پیش آمدہ مسائل کا تصفیہ و حل بھی نکال سکتے ہیں۔

اِس مختصر تحریر میں ہم نے مدارس اور ان کے مستقبل کا غائرانہ جائزہ پیش کرنے کی سعی و کوشش کی ہے، چند مسائل اور ان کا حل ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

مدارسِ اسلامیہ کے نصابِ تعلیم کو لے کر اربابِ علم و دانش کی طرف سے مسلسل یہ آوازیں اُٹھتی رہی ہیں کہ یہاں فرسودہ نظام و نصابِ تعلیم رائج ہے، لہٰذا وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق اس میں تبدیلی انتہائی ناگزیر ہے۔ ہر کوئی مدارس کے موجودہ نصابِ تعلیم کا مخالف نہیں ہے، بلکہ اسی نصابِ تعلیم کو پڑھ کر کوئی محدث، مفسر، متکلّم، مناظر، مقرر بنا تو کوئی سیکڑوں کتابوں کا مصنف بنا ہے، لہٰذا مدارس سے فارغ التحصیل کوئی بھی شخص اس کی مخالفت تو کیا اِس نصاب کی اہمیت و افادیت سے کلی طور پر انکار نہیں کر سکتا ہے۔ البتہ اس میں چند تبدیلیوں کا خواہاں ضرور ہے، جو جدید دور کے تمام تقاضوں سے ہم آہنگ اور دینی و عصری علوم و فنون سے لیس ہو۔ جماعتِ اہلِ سنت کے کبار اور تعلیم کے میدان میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والے علما کو اس کے لیے آگے آنے اور وقت و حالات کے مطابق مروّجہ نصابِ تعلیم میں ترمیم و اصلاح کرنے کی از حد ضرورت ہے۔ بلکہ ایک ایسا جامع اور مستحکم نصابِ تعلیم ہو جو مدارس کو عصری جامعات کے مماثل لاکر کھڑا کردے، یہاں سے فارغ ہونے والے علما و فضلا کسی بھی طرح کی احساسِ کمتری کے شکار نہ بنیں، بعدِ فراغت وہ یونی ورسٹیز میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو ان کے لیے آگے کی راہیں آسان اور ہموار ہو۔ اسی طرح وہ دین و دنیا کے مختلف شعبوں اور میدانوں میں کام کرنے کے اہل بھی ہوں۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو مدارس کے نصاب و نظام میں تبدیلی اور اس کے اصلاح کی کوششیں کارگر ثابت ہوسکتی ہیں۔ یاد رکھیں کہ حکومت مدارس میں نصابِ تعلیم کی آڑ میں مداخلت کا راستہ تلاش کر رہی ہے اور انہیں اپنے نصابِ تعلیم کا پابند بنا کر اسلامی علوم و فنون کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ اسی لیے وقت رہتے اِس کام کو کرگزرنے کی بھی فوری ضرورت ہے۔

ہمارے مدارس کا ایک سب سے بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ ملک میں جہاں لاکھوں مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے وہیں ہزاروں مدارس اب تک رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ اعلیٰ حکام کوئی نہ کوئی حیلہ و عذر تلاش کر کے ان کے خلاف انہدامی کاروائی کرنے میں ذرا برابر بھی توقّف نہیں کرتے ہیں، بلکہ اس معاملے میں عاجلانہ روش دکھاتے ہیں اور یہ موقع ذمہ دارانِ مدارس کی طرف سے دیا جاتا ہے، جس کو غنیمت سمجھ کر بھرپور فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے لیے بھی اربابِ مدارس حرکت میں آئیں اور جو غیر رجسٹرڈ مدارس ہیں، ان کے نام حکومتی رکارڈ میں درج کروائیں۔

مدارسِ اسلامیہ کو تمام سیاسی، سماجی اور غیر اخلاقی کاموں بالخصوص احتجاجوں سے دور رکھا جائے، کیوں کہ مدارس پہلے ہی شر پسند عناصر اور متعصب حکومتوں کی زد پہ ہیں اور وہ کسی نہ کسی موقع اور غلطی کے انتظار میں رہتے ہیں۔ جہاں موقع ملا، وہاں سخت کاروائی سے باز نہیں آتے ہیں۔ ماضی کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ ان کاموں میں ملوث ہونے کی وجہ سے مدارس پر کس طرح سخت کاروائیاں کی گئیں اور انہیں کئی ایک مسائل سے دوچار کیا گیا۔

مدارس کا ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہت سے ملکی، سیاسی، سماجی اور حکومتی مسائل کو لے کر یہاں سے فوری فتاوے صادر ہو جاتے ہیں، جن کا مین اسٹریم میڈیا یا بین الاقوامی سطح پر اسلام اور مدارس کا مذاق اڑاتا ہے۔ لہٰذا ایسے مسائل پر سکوت اختیار کیا جائے، یا اگر عوام کی ہدایت و رہنمائی اور انہیں کفر و شرک کی لعنت سے بچانا انتہائی ضروری ہو تو نہایت ہی بحث و تمحیص اور تحقیق و توثیق کے بعد ہی فتویٰ صادر کیا جائے اور وقتِ ضرورت اُن مسائل پر مکمل طریقے سے بحث و مباحثہ کے لیے علما و مفتیانِ کرام تیار بھی رہیں۔

شر پسندوں کی شر انگیزی اور فتنہ خیزی سے مدارس کو بچانے کے لیے اُن کے اندر باہر سی سی ٹی وی کیمرے نصب کیے جائیں تاکہ مدارس، وہاں کے اساتذہ و طلبہ اور دیگر چیزوں کو ممکنہ تحفظ فراہم کیا

جاسکے اور مدارس کو نقصان پہنچانے والے دشمن گروہوں کی سازشوں اور حملوں کو ناکام بنایا جاسکے۔ ملک کے بہت سے مدارس سے اس طرح کے حملوں اور توڑ پھوڑ کے واقعات روز بروز سننے کو ملتے رہتے ہیں، لہٰذا اس پر فوری عمل درآمد کیا جائے۔

مدارس کے ارکان و ممبران سے ایسے لوگوں کو باہر کیا جائے، جن پر کسی بھی معاملے میں مقدمات دائر ہوں اور وہ قانون کی زد میں آتے ہوں، کیوں کہ تفتیشی ایجنسیوں کی ایسے لوگوں پر گہری نظر ہوتی ہے، جن کی وجہ سے مدارس کو نقصانات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔

مدارس کی سیکوریٹی اور اس کے تحفظ کی خاطر وہاں پڑھانے اور کام کرنے والے اساتذہ و جملہ اسٹاف کے پاس کیریکٹر سرٹیفکیٹ (پولس کلیرینس سرٹیفکیٹ) لازمی طور پر بنوائے جائیں، جس سے نہ تو حکومت کو مدارس کے اسٹاف کے ساتھ بدسلوکی اور کوئی کاروائی کا موقع ہاتھ لگے گا اور نہ ہی مدارس پر کوئی آنچ آئے گی۔

ہندوستان کی بعض یونی ورسٹیوں کے ساتھ جن مدارسِ عربیہ کا الحاق ہے، وہاں سے فضیلت و عالمیت کرنے والے اور اسی طرح الہ باد اور لکھنؤ بورڈ سے مولوی، منشی، عالم، کامل اور فاضل کے امتحانات دے کر مارک شیٹس حاصل کرنے والے طلبہ عصری جامعات اور کلیات جاکر بی اے اور ایم اے میں ڈائریکٹ داخلہ لیتے ہیں، اس سے توان کا گریجویشن اور پوسٹ گریجویشن ہوجاتا ہے، بعد ازاں پی ایچ ڈی کا مرحلہ بھی مکمل ہوجاتا ہے، ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی تفویض ہوجاتی ہے، لیکن ملک کی کئی ریاستوں میں انہیں سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں ملازمت کرنے کے لیے دسویں اور بارہویں کی اسناد درکار ہوتی ہیں، جو ان کے پاس نہیں ہوتی ہیں، دسویں اور بارہویں کی مساوی مارک شیٹس کو وہ قبول کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔ کئی سارے علما و فضلا وہ ہیں، جن کے پاس ڈھیر ساری ڈگریاں موجود ہیں، لیکن بنیادی اسناد نہ ہونے کی وجہ سے سرکاری ملازمت اختیار نہیں کرسکتے ہیں۔ اِس پر اربابِ مدارس کو غور و فکر کرنے اور طلبہ کی اس طور پر رہنمائی کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ علما و فضلا سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں جاکر جہاں اہم خدمات سرانجام دے سکیں وہیں اپنی زندگیوں کو بھی خوش حال بنا سکیں۔

جو طلبہ ابھی مدارس میں زیرِ تعلیم ہیں اُن کے دستاویزات درست کیے جائیں، خاص طور سے رجسٹر میں ان کے نام آدھار کارڈ کے مطابق ہی درج کیے جائیں، اسی طرح انہیں عالمیت، فضیلت اور دیگر کورسیز کی ڈگریاں دی جائیں تو ان پر بھی نام صحیح درج ہونا چاہیے تاکہ انہیں کسی ادارے میں داخلہ لیتے یا ملازمت کرتے وقت کسی بھی طرح کی پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ ایسے سیکڑوں علما و فضلاے مدارس مل جائیں گے جن کے نام آدھار کارڈ یا دیگر دستاویزات پر کچھ اور مدارس کی اسناد پر کچھ اور ہیں۔ لہٰذا اس کا بھی فوری حل نکلنا چاہیے جو طلبۂ مدارس کی ترقی و کامیابی کے لیے مزید رکاوٹوں کا سبب بنے۔

اخیر میں عرض ہے کہ ہم سبھی جانتے ہیں کہ مدارس پر چہار جوانب سے حملے ہو رہے ہیں، انہیں بند کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے جارہے ہیں، خاص طور سے ان کی آمدنی کے وسائل و ذرائع کو بھی منصوبہ بند طریقے سے ختم کیا جارہا ہے۔ اور یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ مجموعی طور پر مدارس کا انتظام و انصرام زکوٰۃ، صدقات اور اہلِ خیر حضرات کی توجہات پر منحصر ہوتا ہے، جس سے یہ تاثر جاتا ہے کہ مدارسِ دینیہ کی تعمیر و ترقی اِن کے بغیر ممکن نہیں ہیں۔ لہٰذا ایسی سازشوں اور چیلنجوں کے دور میں مدارس کو خود کفالتی نظام کے تحت بنانے کے لیے اربابِ مدارس اور ساتھ ہی ساتھ اِس میں عوام کو بھی جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ ان مدارسِ دینیہ پر کسی بھی طرح کا کوئی معاشی زوال نہ آئے اور وہ اسی طرح اسلام و سنیت کی ترویج و اشاعت اور طلبہ کی تعلیم و تربیت میں اپنا کلیدی کردار ادا کرسکیں۔

یہ چند اہم اور ضروری تجاویز ہیں، جن پر غور و فکر کیا جاسکتا ہے اور انہیں روبۂ عمل لاکر مدارس کو تحفظ فراہم کیا جاسکتا ہے۔ اب ”حرکت میں برکت“ والے محاورے پر عمل کرتے ہوئے ہندوستان کے تمام چھوٹے بڑے مدارس کو اسلام مخالف طاقتوں اور متعصب حکومتوں کے شرور و فتن سے بچانے کا وقت آچکا ہے، کیوں کہ بہت سارے مدارس اِن کی سازشوں کی زد پہ ہیں، لہٰذا ابھی بھی وقت ہے کہ ہم باقی مدارس کو اِن کی متعصبانہ کاروائیوں اور ناجائز قبضوں سے بچائیں۔ ■■■

نقد و نظر

مقالاتِ اشرفی
ایک تاثراتی مطالعہ

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

اس وقت آپ کے ہاتھوں میں "مقالات اشرفی" ہے۔ اس کے مرتب فاضل جلیل عزیز از جان محب گرامی حضرت مولانا محمد شاہد علی اشرفی فیضانی دام ظلہ العالی ہیں۔ موصوف بلند اخلاق، صالح مزاج، محنتی اور اپنے کاموں سے لگے رہنے والے فرد فرید ہیں۔ آپ ناگوری برادری کے چھوٹو والے قبیلے کے ایک عالم ربانی ہیں۔ آپ کی ولادت قصبہ باسنی ضلع ناگور راجستان میں 28 ستمبر 1982 میں ہوئی، راقم مبارک حسین مصباحی عفی عنہ قصبہ باسنی ضلع ناگور راجستھان میں متعدّد بار حاضر ہوا ہے۔ ہم نے وہاں علما، ائمہ اور عوام کو دین وسنیت سے مسلسل وابستہ دیکھا، پیکر وفا نامور فاضل حضرت مولانا حافظ اللہ بخش قادری دامت برکاتہم العالیہ اور محب گرامی وقار حضرت مولانا حافظ محمد سعید اشرفی دامت برکاتہم القدسیہ وغیرہ ماشاء اللہ تعالیٰ ملنے ملانے اور تعلقات رکھنے والی شخصیات ہیں۔

برادر عزیز مولانا محمد شاہد علی اشرفی فیضانی نے دار العلوم فیضان اشرف باسنی سے 1424ھ/2003ء میں دستار فضیلت اور سند فضیلت حاصل کی۔

فراغت کے بعد سے 2024ء تک باسنی کے مختلف مدارس میں باوقار انداز سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح عوامی صلاح وفلاح کے لیے متعدّد مساجد میں یکے بعد دیگرے امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ ماشاء اللہ تعالیٰ آپ خود دار اور نیک سیرت ہیں۔ کردار و اخلاق کی کشش آپ کے وجود ناز میں مسکراتی رہتی ہے۔ یہ ایک سچائی ہے کہ آپ باعمل عالم ربانی ہیں۔ صوبائی اور ملکی سطح پر اہل علم وقلم سے آپ کے روابط ہیں۔ اسی طرح ملک بھر میں جو رسائل وجرائد نکلتے ہیں ان کے ذمہ داران سے بھی آپ کے گہرے مراسم ہیں، ہم نے ان سے متعدّد بار ملاقات کی سعادت حاصل کی ہے۔ آپ کی کالیں بھی آتی رہتی ہیں، کال ریسو کرنے سے پہلے ہی ہم سمجھ لیتے ہیں کہ آپ نے کوئی تحریر بھیجی ہوگی اور ماشاء اللہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ آپ کے بہت سے مضامین ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہوئے ہیں۔ آپ کی نگارشات دیکھنے سے قبل اندازہ ہو جاتا ہے کہ کسی دینی اور ملی موضوع پر سادہ پر مغز اور دل نشین تحریر ہوگی۔ آپ اپنا ایک مخصوص اسلوب رکھتے ہیں، کوئی دعوا بلا دلیل نہیں فرماتے، ہر بات عقل ونقل کے دلائل کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں اور بڑی حد تک اپنی باتیں قارئین کے دماغوں میں اتارنے کا فن جانتے ہیں۔ آپ کی تحریروں میں نہ مغلق الفاظ ہوتے ہیں اور نہ مشکل پیرایہ بندی اپنے موضوع کی بات بڑی خوش اسلوبی سے دلوں کے آبگینوں میں منتقل فرما دیتے ہیں۔ لہجے کا بانکپن اور سادگی قارئین کے دلوں کو اپنی جانب کھینچتی ہے

آپ کی نو کتابیں اب تک شائع ہو چکی ہیں دسویں کتاب "مقالات اشرفی حصہ دوم" آپ کے سامنے ہے، جب کہ متعدّد کتابیں منتظر طباعت بھی ہیں۔

آپ کے ہاتھوں میں جو اہم مجموعہ مقالات ہے اس میں کثیر مضامین ہیں۔ خوشی اور مسرت کی بات تو یہ ہے کہ سارے مضامین مذہبی اور اصلاحی ہیں، ان میں اسلام وسنیت کے حقائق بڑی دلکشی سے سادہ اور آسان اسلوب میں پیش کیے گئے ہیں۔ اس قسم کی کتابیں عوام اہل سنت کے لیے بڑی مفید اور کارآمد ہوتی ہیں۔ خاص طور پر راجستھان اور ملک و بیرون ملک کے مسلمانوں کے لیے اکسیر ہدایت ثابت ہوتی ہیں۔

پیش نظر کتاب کے چند عنوانات حسب ذیل ہیں:

- اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق
- اسلام میں صلہ رحمی کی فضیلت واہمیت
- ہم جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے؟
- شکر خدا کہ قریب آیا پھر ماہ رمضاں

- ذکر الٰہی کی برکتیں
- رزق حلال کی برکتیں اور رزق حرام کی نحوستیں!
- ماہ رجب کے فضائل و برکات
- ماہ شعبان اور شب برات کے فضائل و برکات
- خواجہ غریب نواز اپنے ملفوظات کے آئینے میں
- جھوٹ کی نحوست
- غیبت کی تباہ کاریاں
- درود پاک کے فضائل و برکات

سر دست چند اقتباسات نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

"اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق" میں تحریر کرتے ہیں:

"حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمسایہ یہودی تھا۔ اس کے گھر کی ایک دیوار شق ہوگئی اور کوڑا کرکٹ آپ کے مقدس گھر میں جمع ہو جاتا یہودی کی عورت نے اطلاع دی وہ آپ سے معذرت کرنے حاضر ہوا آپ نے فرمایا میرے نانا جان نبی کریم سلایا ہم نے فرمایا ہے اپنے ہمسائے کی عزت و تعظیم کرو اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاؤ یہ کلمات سنتے ہی وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔"

صلہ رحمی کے تعلق سے لکھتے ہیں:

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی چیز ہدیہ میں لائی جاتی تو حضوا قدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: اسے فلاں عورت کے پاس لے جاؤ کیوں کہ وہ حضرت خدیجہ کی سہیلی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: کہ میں حضرت خدیجہ سے جتنا رشک کرتی تھی اتنا کسی عورت سے میں نے رشک نہیں کیا۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت یاد کرتے تھے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بکری بھی ذبح فرماتے تو اس میں سے حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو ضرور بھجوا دیا کرتے تھے......

اسی طرح ایک مرتبہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی آپ نے اسے دیکھ کر بڑی خوشی و شادمانی کا اظہار فرمایا اور اس کی خوب خاطر و مدارت فرمائی جب وہ عورت چلی گئی تو فرمایا: یہ عورت حضرت خدیجہ کے زمانہ میں یہاں آیا کرتی تھی۔ اور فرمایا: حسن العھد من الایمان یعنی وضعداری کو عمدہ طریقہ سے پورا کرنا ایمان کی علامتوں میں سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذوی الارحام یعنی قربتوں کا پاس و لحاظ فرماتے اور ان کی مدد بھی فرماتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن جن کا نام شیما تھا اور وہ آپ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت و تربیت پہ لائی تھیں ان کا ذکر ابن اثیر نے صحابیات میں کیا ہے جب وہ ہوازن کی باندیوں میں حضور صلی اسلام کے پاس آئیں اور انہوں نے آپ کو پہچنوا یا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی اور فرمایا: اگر تم پسند کرو تو ہمارے ساتھ رہو عزت و اکرام سے رہو گی اور مال و ملال سے بھی بہرہ مند ہو گی۔ یا اگر تم اپنی قوم کے پاس جانا چاہتی ہو تو کہ دو انہوں نے اپنی قوم کے پاس جانا پسند کیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساز و سامان کے ساتھ بھیج دیا۔

عمرو بن سائب بیان کرتے ہیں: کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف فرما تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی والد آئے آپ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی وہ اس پر بیٹھے پھر آپ کی رضاعی والدہ آئیں تو چادر شریف کے ایک کونے پر انہیں بٹھا دیا پھر آپ کے رضاعی بھائی آئے تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں سامنے بٹھایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابولہب کی باندی ثوبیہ کو بطور صلہ کھانا اور کپڑے وغیرہ بھی بھجوایا کرتے تھے کیوں کہ اس نے بھی آپ کو دودھ پلایا تھا۔ ثوبیہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دریافت کیا: اس سے کوئی قریبی رشتہ دار باقی ہے؟ لوگوں نے کہا: کوئی باقی نہیں ہے۔

اب ہم ان روایات کو پڑھ کر سوچیں کہ ہم اپنے رشتے داروں اور متعلقین کے ساتھ کتنا حسن سلوک اور صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے رشتے داروں سے بلا وجہ شرعی رشتہ کاٹے ہوئے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ خدارا آج ہی ہم ان سے معافی مانگ لیں اور خدا کی رحمتوں کے حقدار بن جائیں۔"

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاگو ہیں، مولا تعالیٰ تو اس کتاب کو اور مصنف کی دیگر تصانیف کو ہدایت کا ذریعہ بنا اور محب گرامی حضرت مولانا محمد شاہد علی اشرفی فیضانی دام ظلہ العالی کو بے شمار برکات حسنات سے مالا مال فرما، اے رحمٰن و رحیم، تو اپنے خصوصی فضل و کرم سے ان کی عمر، ان کے اقبال اور ان کے علم و عمل کی دنیا کو ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

6 صفر المظفر 1446ھ/12 اگست 2024ء

سفر آخرت

آج اپنے ایک بڑے فضل وکمال کے مالک سپوت کو کھو دیا

آہ حافظ طارق مبارک پوری

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

گھوڑ تھمبہ ضلع گریڈیہ جھارکھنڈ کے جلسہ سنگ بنیاد غوثیہ مسجد جیراڈیہ کے لیے بتاریخ ۲۰ر مئی بروز دوشنبہ مغل سرائے سے بذریعہ پروشوتم ایکسپریس روانہ ہوئے راستے ہی میں مبلغ دعوت اسلامی و مدرس مدرسہ دعوت اسلامی چریاکوٹ کے انتقال کی خبر سنی دل دھک سے رہ گیا، زبان سے انا للہ و انا إلیہ رجعون کی صدا نکلی، یعنی جس کا خطرہ تھا وہی ہوا کیوں کہ آپ تقریباً ایک ماہ سے ہاسپٹل میں بھرتی تھے۔

موصوف نے امسال کے رمضان المبارک میں مسجد فاطمہ (تکیہ روڈ) چریاکوٹ میں پورے قران پاک کی تراویح سنائی اور درمیان میں کسی روز ان کی طبیعت بھی ناساز نہیں رہی۔ 27ویں شب میں ختم قرآن کیا پھر اپنے گھر مبارک پور تشریف لے گئے۔ عید کی نماز ادا کی، اچانک پیٹ میں درد اٹھا، مقامی ڈاکٹروں سے علاج ہوا مگر جب طبیعت نہیں سنبھلی تو لکھنؤ پی جی آئی میں بھرتی ہوئے، علاج چلتا رہا،، کافی عرصے تک بے ہوشی کی کیفیت بھی طاری رہی، پھر حال یہ ہوا کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

دوشنبے کو ساڑھے 12 بجے دن میں حافظ صاحب کا انتقال ہوا اسی روز بعد بعد نماز عشا ساڑھے نو بجے شاہ کے پنجے (قبرستان) مبارک پور میں تدفین ہوئی، نماز جنازہ ان کے بڑے بھائی حافظ اعجاز احمد نے پڑھائی۔

حافظ صاحب مرحوم ابھی شادی کی بہاریں بھی نہیں دیکھ پائے تھے، جلد ہی نکاح کی تقریب عمل میں آنے والی تھی کہ اچانک موت کے فرشتے نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ حافظ صاحب مرحوم نے اشرفیہ مبارک پور کے شعبۂ حفظ قران سے فراغت حاصل کی پھر عربی کے ابتدائی درجات سے وابستہ رہے مگر تکمیل کی نوبت نہ آئی اور مدرسہ دعوت اسلامی میں مدرس کا کام شروع کیا۔ تقریباً دو سال آپ نے پوری دل جمعی کے ساتھ حفظ وغیرہ کا درس دیا، صدر المدرسین کے عہدے پر بھی فائض تھے۔ کم ہی عرصے میں دو طالب علم حفظ سے فارغ بھی ہوئے۔

طلبہ کی تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی بھرپور خیال فرماتے تھے، چریاکوٹ اور قرب و جوار کی مساجد میں دعوت و تبلیغ کے لیے خود بھی جاتے اور دوسرے اساتذہ اور طلبہ کو بھی وقتاً فوقتاً بھیجتے اور خود فکر مند رہتے اور پوچھ پوچھ کر کہ کہاں ضرورت ہے، قافلے بھیجتے۔ دعوت اسلامی کے تعلق سے اہم مشاورتی نشستوں میں بھی شریک ہوتے۔ آپ کی امد سے جہاں تعلیمی کارواں آگے بڑھا دعوت و تبلیغ کے میدان میں بھی نمایاں کارنامے انجام پذیر ہوئے۔ تقریباً ایک ماہ تک اچانک بیمار ہو کر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہو کر حافظ صاحب محبوب حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔ علاج معالجے میں ان کے گھر والوں نے خدمت کی۔ مفکر اسلام مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی نے بھی اپنے طور پر کافی حصہ لیا۔

طبیعت نہایت سنجیدہ تھی ہمیشہ مسکرا کر باتیں کرتے خوش اخلاقی کے پیکر تھے آپ کا مدرسہ اور آپ کی رہائش مدینہ مسجد پچھم محلہ چریاکوٹ میں تھی۔ مسجد میں مستقل امام نہ ہونے کی حالت میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے یا کسی کا انتظام کرتے۔ کسی اہم معاملے میں مشورے کے لیے ہمارے دار العلوم قادریہ (چریاکوٹ) میں تشریف لاتے رہتے تھے۔ حافظ صاحب کی شخصیت چریاکوٹ اور قرب وجوار میں بڑی مقبول تھی، یہی وجہ ہے کہ آپ کے جنازے میں کثیر تعداد میں چریا کوٹ کے لوگ شریک ہوئے تقریبا 25 گاڑیاں یہاں سے مبارک ہو گئی اور خود مبارک پور کے احباب اہل سنت بھی بڑی تعداد میں شریک جنازہ تھے، کسی نوجوان کے جنازے میں اتنی بڑی تعداد کی شرکت ضرور کچھ معنیٰ رکھتی ہے۔ آپ کے انتقال پر ملال سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حافظ صاحب کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کی مغفرت کرے، انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے والدین اور دیگر اعزہ و اقرباء کو صبر عطا فرمایئے، آمین بجاہ سید المرسلین وآلہ وصحبہ الصلاۃ والتسلیم ◘

صدائے بازگشت

پرامن طریقے سے تنازعات کا حل ہی آگے بڑھنے کا واحد راستہ ہے

امریکی مصنف مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب "دی 100" میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تاریخ کی کامیاب ترین شخصیت قرار دیا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی کا راز کیا تھا؟ یہ راز اس حقیقت میں مضمر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ جنگ کی بجائے پرامن حل کو ترجیح دی۔ انھوں نے محاذ آرائی اور غیر ضروری تنازعات سے گریز اور مفاہمت کی پالیسی اپنائی، جو ان کی ہر محاذ پر قابل ذکر کامیابی کا اہم عنصر تھا۔

ان کا طریقہ طاقت یا تصادم پر مبنی نہیں تھا بلکہ سفارت کاری، صبر، تحمل اور عملی حکمت پر مبنی تھا، جس نے دلوں اور دماغوں کو جیتا۔ ان کا مقصد افراد کی روحانی اور فکری تبدیلی تھا، جو صرف پرامن ماحول، خیر سگالی اور دانش مندانہ منصوبہ بندی کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اسی لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مکمل طور پر امن پر مبنی ہیں۔ وہ انسانی تاریخ کے عظیم ترین امن پسندوں میں سے ایک تھے، اور انھوں نے پرامن طریقوں کو اپنا سب سے مؤثر ذریعہ بنایا۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی امن سے وابستگی محض ایک حکمت عملی نہیں تھی؛ وہ امن کو ایک مکمل نظریے کے طور پر دیکھتے تھے۔ امن کی انوکھے انداز کو اجاگر کرتے ہوئے، رحمت عالم ﷺ نے فرمایا، "اللہ امن کو وہ عطا کرتا ہے جو وہ تشدد کو عطا نہیں کرتا"۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات محسوس کی کہ امن کسی بھی صورت حال کا سب سے مؤثر حل ہے۔ ان کی مدینہ کی طرف ہجرت اور صلح حدیبیہ اس کی دو اہم مثالیں ہیں۔ پہلی مثال میں، انھوں نے دشمن سے تصادم سے بچنے کے لیے آدھی رات کو خاموشی سے اپنا وطن چھوڑ دیا۔ دوسری مثال میں، انھوں نے اپنے سخت مخالفین کی تمام شرائط یک طرفہ طور پر قبول کر لیں، جو ان کے امن کے عزم کا اظہار تھا۔

اس کے برعکس، آج کے عرب رہنما جس طریقے سے انصاف کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہ غیر حقیقی ہے۔ وہ انصاف کے حصول میں بے شمار جانیں قربان کر چکے ہیں، لیکن کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال سے ہم سیکھتے ہیں کہ انصاف خود امن سے نہیں آتا؛ امن مواقع پیدا کرتا ہے، اور انصاف ان مواقع سے فائدہ اٹھانے سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ اصول، جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر اپنایا اور جسے صلح حدیبیہ میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے، آج کے عرب رہنماؤں کو پوری طرح اپنانا چاہیے۔ قرآن اور پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے ہم سیکھتے ہیں کہ ہمیشہ مثالی حل ممکن نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر، جب پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے مخالفین کے ساتھ ایک تنازع کا سامنا کرنا پڑا، جو عرب اسرائیلی مسئلے سے مشابہ تھا، تو انھوں نے 628 عیسوی میں یک طرفہ طور پر مخالف فریق کی تمام شرائط کو قبول کر کے معاہدہ کیا۔

یہ ان کی امن پسند حکمت عملی کی سب سے نمایاں مثالوں میں سے ایک ہے۔ اس تنازع کا غیر متشدد حل ان کی دور اندیشی اور دانش مندی کو ظاہر کرتا ہے۔ انھوں نے صلح حدیبیہ کے معاہدے پر اس لیے اتفاق کیا تاکہ حالات کو قابو میں کر کے مستقبل کے مواقع پیدا کیے جائیں۔ اس معاہدے نے عرب میں جاری جنگ کی حالت کو ختم کیا اور مستقبل کے امکانات کا راستہ ہموار کیا۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات تنازعات کے پرامن حل پر زور دیتی ہیں۔ آج کے عرب رہنماؤں کو بھی اس پیغمبرانہ رہنمائی کی پیروی کرنی چاہیے اور تشدد کے بجائے امن کو ترجیح دینی چاہیے۔ جیسے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، امن کو ترجیح دے کر اور نئے مواقع پیدا کر کے، موجودہ رہنما امن اور ترقی کے ایک نئے دور کا آغاز کر سکتے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامیابی فتوحات اور زبردستی پر نہیں بلکہ ان کے کردار کی طاقت، ان کی حکمت عملی کی دانائی، اور ان کے امن کے پیغام کی گیرائیوں پر مبنی تھی۔ آئیے، ہم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زریں موقع پر، امن کی روح کو دوبارہ زندہ کریں اور یاد رکھیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانیت کے لیے رحمت قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے: "ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ (الأنبیاء:107)

تحریر: فریدہ خانم (ٹائمس آف انڈیا، ۱۶ر ستمبر ۲۰۲۴)
ترجمہ: مہتاب پیامی

سرگرمیاں

عالمی خبریں

اسرائیل حزب اللہ جنگ: لبنان پر اسرائیلی حملوں کے تازہ ترین دور میں 51 افراد ہلاک اور 223 زخمی ہوئے

لبنان کے وزیر صحت نے بتایا کہ 18 ستمبر کو اسرائیلی حملوں کے نتیجے میں 51 افراد ہلاک اور 223 زخمی ہوئے۔ حزب اللہ نے بدھ کے روز تل ابیب پر ایک بیلسٹک میزائل داغا، جس سے اسرائیل کے دو روزہ بمباری کے نتیجے میں لبنان میں 560 سے زائد افراد کی ہلاکت کے بعد کشیدگی میں مزید اضافہ ہوا۔ اسرائیلی فوج نے کہا کہ اس نے صبح کے وقت اس سطح سے سطح تک مار کرنے والے میزائل کو روک لیا، لیکن کوئی جانی یا مالی نقصان کی اطلاع نہیں ملی۔ دریں اثنا، فوج نے بتایا کہ اس نے جنوبی لبنان میں اس مقام کو نشانہ بنایا جہاں سے یہ میزائل داغا گیا تھا۔

اسرائیلی فوج نے دعویٰ کیا ہے کہ اس نے 25 ستمبر کو بیروت میں ایک فضائی حملے میں حزب اللہ کے میزائل اور راکٹ یونٹ کے ایک اہم کمانڈر، ابراہیم محمد قبیسی کو ہلاک کر دیا ہے۔ فوج کے بیان میں کہا گیا کہ قبیسی کو حزب اللہ کے میزائل اور راکٹ فورس کے دیگر مرکزی کمانڈروں کے ساتھ نشانہ بنایا گیا تھا۔ مزید یہ کہا گیا کہ قبیسی 1980 کی دہائی میں حزب اللہ میں شامل ہوا تھا اور اس نے تنظیم کے اندر کئی اہم فوجی عہدے سنبھالے تھے۔ دریں اثنا، وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو نے ایک ریکارڈ شدہ پیغام میں لبنانی شہریوں سے اپنی فضائی مہم کے آغاز سے پہلے انخلا کی اپیلوں پر عمل کرنے کی درخواست کی۔

واضح رہے کہ گزشتہ 11 ماہ سے اسرائیل اور حزب اللہ کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حزب اللہ نے غزہ میں فلسطینیوں اور اپنے اتحادی حماس کی حمایت میں شمالی اسرائیل پر راکٹ، میزائل اور ڈرون حملے کیے۔ جواباً، اسرائیل نے شدید فضائی حملے کیے اور حزب اللہ کے کمانڈروں کو نشانہ بنایا اور وسیع تر کارروائی کی دھمکی بھی دی۔ بیروت میں ایک سلسلہ وار حملوں میں پیجرز اور واکی ٹاکیز کے ذریعے دھماکے کیے گئے، جن کے نتیجے میں تقریباً 50 افراد ہلاک اور 3,500 کے قریب زخمی ہوئے۔

پینٹاگون کی ترجمان سبرینا سنگھ نے صحافیوں کو بتایا، جہاں تک زمینی کارروائی یا زمینی حملے کا تعلق ہے، یہ واقعی اسرائیلیوں کا معاملہ ہے۔ ہم یقیناً ایسا کوئی اقدام نہیں دیکھنا چاہتے جو خطے میں مزید کشیدگی کا باعث بنے،" جیسا کہ بی بی سی نے رپورٹ کیا۔ سنگھ نے مزید کہا کہ امریکہ جنگ میں مصروف فریقین کے درمیان سفارتی حل کے ذریعے جنگ بندی کے لیے مائل ہے جو کہ جنگ کو روک سکے۔ سنگھ نے یہ بھی واضح کیا کہ امریکی فوج لبنان میں اسرائیلی فوج کو اپنے کسی بھی انٹیلی جنس معلومات میں تعاون فراہم نہیں کر رہی ہے۔

لبنانی وزیر اعظم نجیب میقاتی نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اسرائیل پر دباؤ ڈالے اور تمام محاذوں پر فوری جنگ بندی کا مطالبہ کرے۔

رائٹرز کے سوال کے جواب میں کہ کیا جلد جنگ بندی ہو سکتی ہے، وزیر اعظم میقاتی نے کہا، امید ہے کہ ہاں۔ اسرائیل کی جانب سے لبنان میں مقیم عسکریت پسند گروپ حزب اللہ کے خلاف کارروائی شروع کرنے کے بعد سے لبنان میں 600 سے زائد افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔

سلامتی کونسل سے خطاب کرتے ہوئے امریکی وزیر خارجہ اینٹونی بلنکن نے کہا، "امریکہ دنیا بھر کے ساحلی علاقوں کے لیے وجودی خطرہ بننے والے بڑھتے ہوئے سمندری سطح سے نمٹنے یا کم از کم اس کے مطابق ڈھلنے کے لیے پرعزم ہے۔"

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوٹیرس نے بدھ کے روز کہا کہ لبنان کو دوسرا غزہ نہیں بننا چاہیے اور اسرائیل اور عسکریت پسند گروپ حزب اللہ کے درمیان دشمنی کو فوری طور پر ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔

گوٹیرس نے 15 رکنی اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو بریفنگ

دیتے ہوئے کہا، "آئیے ایک واضح آواز میں کہیں، قتل وغارت گری اور تباہی کو روکو۔ بیان بازی اور دھمکیوں کو کم کرو۔ تباہی کے دہانے سے پیچھے ہٹ جاؤ۔ کسی بھی قیمت پر مکمل جنگ سے بچنا ضروری ہے۔"

نئی تشکیل شدہ برطانوی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ لبنان میں امدادی سرگرمیوں کے لیے 50 لاکھ پاؤنڈ کی انسانی ہمدردی کی امداد بھیجے گی، جیسا کہ ملک کے فارن آفس نے اطلاع دی ہے۔ برطانوی حکومت نے اپنا ایک پورٹل بھی دوبارہ کھول دیا ہے، جہاں برطانوی شہری ایک فارم بھر کر لبنان میں اپنی موجودگی کی اطلاع دے سکتے ہیں تاکہ حکومت کو تشدد سے متاثرہ ملک میں ان کی موجودگی کے بارے میں آگاہ کیا جا سکے۔ ترقیاتی وزیر انیلیس ڈوڈز نے اعلان کیا کہ یہ انسانی ہمدردی کی امداد اقوام متحدہ کے بچوں کے فنڈ (یونیسف) کو فراہم کی جائے گی تاکہ ان شہریوں کی مدد کی جا سکے جو بے گھر ہو گئے ہیں اور ایک انسانی بحران کا سامنا کر رہے ہیں۔ ڈوڈز نے مزید کہا، "فوری جنگ بندی کی ضرورت ہے تاکہ مزید شہری ہلاکتوں کو روکا جا سکے اور بے گھر افراد کو ان کے گھروں کو واپس آنے کو یقینی بنایا جا سکے۔"

امریکی صدر جو بائیڈن نے دعویٰ کیا ہے کہ اسرائیل اور لبنان میں مقیم حزب اللہ عسکریت پسند گروپ کے درمیان مکمل جنگ کا امکان موجود ہے، لیکن ابھی بھی ایک موقع ہے کہ دونوں متحارب فریقین کے درمیان تصفیہ ہو جائے اور جنگ بندی کا معاہدہ طے پا سکے۔ وائٹ ہاؤس نے بتایا کہ صدر بائیڈن بعد میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں فرانسیسی صدر ایمانوئل میکرون سے ملے اور اسرائیل اور حزب اللہ کے درمیان جنگ بندی کے لیے مذاکرات کرنے کے منصوبوں پر تبادلہ خیال کیا۔

امریکہ کے کئی شہروں میں مظاہرین نے منگل کے روز اسرائیل کے لیے امریکی فوجی حمایت کے خلاف احتجاج کیا، جب کہ مشرق وسطیٰ میں کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ سرگرم کارکنوں نے امریکی اتحادی کے خلاف ہتھیاروں کی پابندی کا مطالبہ کیا۔

۱۷ نومبر کو نیو یارک سٹی میں، درجنوں افراد ہیرالڈ اسکوائر میں جمع ہوئے، جن کے ہاتھوں میں بینر تھے جن پر "لبنان سے ہاتھ اٹھاؤ" اور "لبنان پر امریکی-اسرائیلی جنگ نہیں" کے الفاظ درج تھے۔ یہ مظاہرے ANSWER Coalition کی جانب سے منظم کیے گئے، مظاہرین نے "فلسطین آزاد کرو"، اور "بائیڈن، ہیریس، ٹرمپ، کسی کو خوش آمدید نہیں" جیسے نعرے لگائے، جس کے ذریعے انھوں نے امریکی رہنماؤں اور اسرائیلی وزیر اعظم بنیامین نیتن یاہو کے خلاف اپنی مخالفت کا اظہار کیا۔

ہیومن رائٹس واچ (HRW) کی ایک رپورٹ

ہیومن رائٹس واچ (HRW) کی ایک رپورٹ کے مطابق، نریندر مودی نے اپنی تیسری بار اقتدار میں واپس آنے کی کوشش میں بھارت کے عام انتخابات کے دوران 100 سے زیادہ انتخابی تقریروں میں اسلاموفوبک تبصرے کیے۔

کل 173 انتخابی تقریروں میں سے، بھارتی وزیر اعظم نے مبینہ طور پر کم از کم 110 تقریروں میں مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے خلاف اشتعال انگیز تبصرے کیے، بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیم نے بدھ کو جاری کردہ اپنے سروے کے بعد یہ دعویٰ کیا۔

HRW کی ایشیا کی ڈائریکٹر ایلین پیئرسن نے The Independent سے گفتگو کرتے ہوئے کہا، "بھارتی رہنما کی نفرت انگیز تقریر کے الفاظ کے حقیقی دنیا میں واضح اثرات مرتب ہوئے، اقلیتی طبقے کے گھروں کو منہدم کیا گیا اور بعض صورتوں میں ان پر جسمانی حملے بھی کیے گئے۔

بھارت کی تقریباً 200 ملین کی آبادی والی اقلیت دنیا کی تیسری بڑی مسلم آبادی کی نمائندگی کرتی ہے، جو اس کی 1.42 ارب کی آبادی کا تقریباً ساتواں حصہ ہے۔

HRW نے کہا کہ مودی کے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے خلاف دعوے "بے بنیاد" ہیں اور ان کی "اشتعال انگیز تقریروں نے مسلمانوں، عیسائیوں، اور دیگر کے خلاف زیادتیوں کو مزید معمول بنا دیا ہے"۔ یہ سب کچھ ان کی حکومت کے تحت ان گروہوں کے خلاف ایک دہائی سے جاری تفریق کے درمیان ہوا ہے۔

HRW نے کہا کہ "مودی باقاعدگی سے ہندوؤں کے درمیان خوف کو بڑھاتے رہے ہیں، یہ جھوٹے دعوے کرتے ہوئے کہ اگر اپوزیشن جماعتیں اقتدار میں آئیں تو ان کے عقائد، ان کی عبادت گاہوں، ان کی دولت، ان کی زمین، اور ان کی کمیونٹی کی لڑکیوں اور عورتوں کو مسلمانوں سے خطرات لاحق ہوں گے۔"

ہیومن رائٹس واچ نے خاص طور پر مودی کی ایک زہر آلود

تقریر کا حوالہ دیا جو مئی 2024 میں کی گئی تھی، جس میں انھوں نے بھارت کی اہم اپوزیشن جماعت انڈین نیشنل کانگریس پر الزام لگایا کہ وہ ملک کی دولت کو ''چھین کر'' مسلمانوں میں تقسیم کر رہی ہے، اور انھوں نے اس دعوے کی حمایت میں کوئی ثبوت بھی نہیں پیش کیے۔

رپورٹ میں مزید کہا گیا کہ مودی نے اقتدار میں واپسی کی کوشش میں جھوٹا دعویٰ کیا کہ کانگریس پارٹی کا منشور یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ ''ہندوستان کی ماؤں اور بیٹیوں کے سونے کا اندازہ لگائیں گے اور اس دولت کو تقسیم کریں گے۔''

ان کے ان زہریلے تبصروں پر ملک بھر میں تنقید ہوئی مگر آخر کار تیسری بار وہ اقتدار میں واپس آئے، البتہ ان کی ہندو قوم پرست جماعت کو اکثریت نہیں مل سکی، اور اب انھیں حکمرانی کے لیے اتحادیوں پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے۔

14 مئی کو جھارکھنڈ میں کی گئی تقریر میں وزیر اعظم نے دعویٰ کیا کہ ''ہمارے دیوتاؤں کی مورتیوں کو تباہ کیا جا رہا ہے'' اور یہ کہ ''یہ درانداز (مسلمان) ہماری بہنوں اور بیٹیوں کی سلامتی کے لیے خطرہ بن چکے ہیں''۔

HRW نے بتایا کہ 7 مئی کو ایک علیحدہ تقریر میں مودی نے کانگریس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ پارٹی ''کھیلوں میں بھی مسلمانوں کو ترجیح دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تو کانگریس فیصلہ کرے گی کہ مذہب کی بنیاد پر بھارتی کرکٹ ٹیم میں کون شامل ہوگا''۔

ایلین پیئرسن نے کہا کہ بھارت میں انتخابات کے دوران مذہبی بنیادوں پر ووٹرز کو مشتعل کرنے کے لیے نفرت انگیز تقریروں کا استعمال کوئی نیا رجحان نہیں ہے، لیکن اس بار جو چیز نئی اور مختلف ہے وہ یہ ہے کہ خود وزیر اعظم نے یہ اشتعال انگیز تقریریں کی ہیں۔ یہ اس وقت واقعی انتہائی خطرناک ہو جاتا ہے جب سامنے کوئی ایسا شخص ہو جو غیر معمولی طاقت اور اختیار کی پوزیشن میں ہو، اور نفرت انگیز تقریر کو معمول بنا رہا ہو اور مسلمانوں اور دیگر اقلیتی گروہوں کے خلاف بہت واضح طور پر جھوٹے دعوے کر رہا ہو۔''

پیئرسن نے کہا کہ یہ مودی کی طرف سے ایشیا اور اس کے باہر ایک پریشان کن رجحان ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا، ''ہم دنیا بھر میں سیاست دانوں کو اقلیتوں کو قربانی کا بکرا بناتے ہوئے دیکھتے ہیں، لیکن یہ ملک کے رہنما کی طرف سے جھوٹی معلومات اور نفرت انگیز تقریر پھیلانے کی سطح تک نہیں پہنچتا۔''

اقوام متحدہ موجودہ مسائل کے حل میں قائدانہ کردار سنبھالنے سے قاصر

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 'سمٹ برائے مستقبل' سے خطاب میں ترک وزیر خارجہ نے بڑھتے اسلاموفوبیا اور اسے روکنے میں ناکامی پر توجہ دلائی۔ ترکی کے وزیر خارجہ خاقان فیدان نے کہا ہے، ''اقوام متحدہ بڑھتے ہوئے خطرات کے خلاف قیادت کا کردار سنبھالنے سے قاصر ہے۔ ہمیں عالمی مسائل کے مشترکہ حل کے لئے کسی موثر ڈھانچے کی ضرورت ہے۔''

خاقان فیدان نے اقوام متحدہ 79 ویں جنرل اسمبلی کے دائرہ عمل میں منعقدہ 'سمٹ برائے مستقبل' سے خطاب کیا۔ عالمی برادری اور اقوام متحدہ کے ایک 'تاریخی امتحان' سے گزرنے کا ذکر کرتے ہوئے فیدان نے کہا کہ ان کی بحرانوں اور تنازعات کا حل تلاش کرنے کی صلاحیت میں فقدان کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ فیدان نے نشاندہی کی کہ عالمی عدم مساوات اور ناانصافیوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ اسلامو فوبیا اور زینو فوبیا کے بیج بو رہے ہیں۔ ''اقوام متحدہ بڑھتے ہوئے خطرات کے خلاف قائدانہ کردار کا مظاہرہ کرنے سے قاصر ہے۔ عالمی مسائل کے مشترکہ حل کیلئے ایک موثر ڈھانچے کی ضرورت ہے اور یہ ڈھانچہ زیادہ جامع اور کثیر الجہتی ہونا چاہیے۔

وزیر خارجہ نے کہا کہ اقوام متحدہ اور خاص طور پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں جامع اصلاحات کی ضرورت ہے۔ ''دنیا ۵ ر سے بڑی ہے۔'' انہوں نے کہا کہ اقوام متحدہ میں فیصلہ سازی کے طریقہ کار کو زیادہ جمہوری بنایا جانا چاہیے اور قطب پذیری کا سد باب کرنے کے لیے کوئی میکانزم تشکیل دیا جائے۔ فیدان نے زور دیا کہ ''بین الاقوامی امن اور سلامتی کو محدود تعداد میں ممالک پر مشتمل 'مراعات یافتہ گروپ کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔''

بین الاقوامی مالیاتی ڈھانچے میں اصلاحات کی ضرورت پر بھی زور دیتے ہوئے فیدان نے کہا کہ صرف اسی طریقے سے پائیدار ترقی کے اہداف حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ترک وزیر نے کہا کہ ترکی ان مقاصد کے حصول کے لیے ہر پلیٹ فارم پر کوششیں جاری رکھے گا۔

▪▪▪▪▪▪

خیر و خبر

منصوبۂ خداوندی کی تکمیل کا نام ہے عید میلادالنبی

انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کے زیر اہتمام سبزی منڈی گولہ بازار میں منعقدہ سالانہ جلسہ جشن عید میلادالنبی سے علما کا خطاب۔

منصوبۂ خداوندی کی تکمیل کا نام ہے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی اس کے بعد اب کوئی نبی نہیں آنے والا کوئی رسول نہیں آنے والا کوئی صحیفہ و کتاب نہیں آنے والی، کوئی پیغمبر نہیں آنے والا۔ مذکورہ خیالات کا اظہار سابق ممبر آف پارلیمنٹ مولانا عبید اللہ خان اعظمی نے انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کے زیر اہتمام سبزی منڈی گولہ بازار میں منعقدہ جشن عید میلاد النبی سے تفصیلی خطاب کرتے ہوئے کیا۔ مولانا مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور نے اپنے خطاب میں کہا کہ میرے پیارے آقا محسن انسانیت رسول معظم و مکرم محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایسے دور میں اس فرش گیتی پر تشریف لائے جب پورا عرب شدید اخلاقی بحران کا شکار اور دنیائے انسانیت میں عجیب ہیجان برپا تھا۔ اخلاقی اصول سر عام توڑے جانے کے ساتھ انسانیت کی سرعام تذلیل کی جارہی تھی۔ انسان سیرت و کردار کی تعمیر سے غافل اور عزت و ناموس کی تخریب کاری میں مشغول تھا۔ وہ ساری انسانی صفات سے بے پرواہ اور بلند اخلاق کے اصولوں سے نابلد تھے، کھلے عام بدکاری کرنا، دوسروں کے حقوق غصب کرنا، دوسروں کی عزت و جان پر حملہ آور ہونا یہ عام سی بات تھی۔ ایسے میں اخلاق و کردار کی بات کرنا کچھ ایسا ہی تھا جیسے صحرا میں صدا لگانا، مگر محسن انسانیت غریبوں کے ماوی و ملجا بیکسوں اور یتیموں کے سہارا، رحمت للعالمین، نبی رحمت نے اپنی ساری عمر اخلاقی اصولوں کی تبلیغ اور الٰہی قوانین کی اشاعت میں گزار دی اور ایک دن کے لیے بھی وہ اپنے ماحول کی تیرگی سے مایوس نہ ہوئے۔ آخر کار آپ نے دنیائے انسانیت سے اخلاقی باختگی کی انسانیت سوز فضا کا خاتمہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت شاقہ نے ایک مردہ و افسردہ قوم میں زندگی کی روح پھونک دی۔ معاشرہ کو نہ صرف ایک مثالی معاشرہ میں تبدیل کیا، بلکہ اس معاشرہ کے افراد کو انسانیت کا علمبردار بنا کر پیش کیا۔ آپ کی مبارک آمد سے تاریک دنیا روشن منور ہوگئی۔

اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا نعت خوان رسول نے بارگاہ رسالت میں نعت پاک کا نذرانہ پیش کیا۔ پروگرام کی سرپرستی شہزادۂ حافظ ملت علامہ الشاہ عبدالحفیظ عزیزی سربراہ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ اور نظامت مولانا محمد قیصر اعظمی نے کی۔ اخیر میں صلوٰۃ و سلام اور عزیز ملت کی رقت آمیز دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اس موقع پر انجمن کے اراکین سمیت کثیر تعداد میں معززین قصبہ موجود تھے۔ از۔ رحمت اللہ مصباحی

نمائندہ روزنامہ انقلاب مبارک پور

چریاکوٹ میں عرس اعلیٰ حضرت

25 صفر المظفر 1446ھ بروز سنیچر دار العلوم قادریہ چریاکوٹ مئو کے قادری ہال میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی محدث بریلوی قدس سرہ کا عرس پاک مبلغ اسلام حضرت علامہ عبد المبین نعمانی قادری دام ظلہ العالی ناظم اعلیٰ دار العلوم قادریہ چریاکوٹ کی سرپرستی میں بڑے ہی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا، جس میں عقیدت مندان اعلیٰ حضرت اور دار العلوم قادریہ چریاکوٹ کے جملہ اساتذہ و طلبہ نے شرکت کی اور امام اہل سنت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا، محفل کا آغاز جناب حافظ نہال احمد غوثی متعلّم دار العلوم قادریہ کی تلاوت کلام الٰہی سے ہوا۔ حافظ شبیر احمد برکاتی اور کئی دیگر طلبہ نے نعت و منقبت اعلیٰ حضرت سے محفل کو مسرور کیا۔

آخر میں دار العلوم ہذا کے مؤقر استاذ حضرت مولانا اختر الاسلام قادری چریاکوٹی نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی زندگی کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی، آپ نے اعلیٰ حضرت کی شاعری اور عشق رسول پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج صرف اعلیٰ حضرت کی شاعری کو کوئی سمجھ لے تو وہ عالم بن سکتا ہے، اعلیٰ حضرت کی شاعری عشق رسول سے لبریز ہوا کرتی ہے، آخر میں صلاۃ و سلام اور قاری محمد اجمل اعظمی کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر مولانا عبدالسلام

قادری پرنسپل دارالعلوم قادریہ، مولانا محمد خورشید شمسی ، مولانا آل رسول مصباحی ادروی، مولانا انور علی چریاکوٹی، مولانا محمد سلیم مصباحی بھیروی خاص طور سے شریک محفل رہے۔ **از: محمد عارف نعمانی**

وقف بورڈ کے حلف نامہ کے بعد وقف ترمیمی بل کا پہلا نتیجہ

دہلی ہائی کورٹ نے شاہی عید گاہ میں مورتی نصب نہ کرنے کی عرضی خارج کی

عدالت نے اقلیتی کمیشن کے فیصلہ کو بھی غیر قانونی قرار دیا

وقف بورڈ کے حلف نامہ کی وجہ سے ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑا: ایڈوکیٹ عمران احمد

نئی دہلی (فرزان قریشی) دہلی ہائی کورٹ نے منتظمہ کمیٹی کی اس عرضی کو خارج کر دیا جس میں کہا گیا تھا کہ پرانی دہلی کی شاہی عید گاہ میں رانی جھانسی کی مورتی نصب نہ کی جائے بلکہ ڈی ڈی اے نے تین مقامات کی نشاندہی کی ہے وہاں یہ مورتی نصب کی جائے۔ قابل غور ہے کہ اس پوری اراضی کے تعلق سے دہلی وقف بورڈ نے پہلے کہا تھا کہ یہ تمام اراضی وقف بورڈ کی ہے مگر چند روز قبل وقف بورڈ کی جانب سے ایک حلف نامہ داخل کیا گیا جس میں کہا گیا کہ متنازعہ اراضی ہماری نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہائی کورٹ نے مذکورہ عرضی کو خارج کر دیا۔ اس پورے معاملہ میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جس اراضی کو دہلی وقف بورڈ سینہ ٹھوک کر کہتا تھا کہ یہ زمین ہماری ہے اور ہم اس کا تحفظ کریں گے پھر کیا وجہ ہے کہ وقف بورڈ آج اسے اپنی زمین کہنے سے منع کر رہا ہے۔

شاہی عید گاہ کے معاملہ میں ہائی کورٹ نے ۲۰ستمبر کو اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا تھا اور دیر رات کو ہائی کورٹ نے فیصلہ میں منتظمہ کمیٹی کی عرضی کو یہ کہتے ہوئے خارج کر دیا کہ یہ زمین وقف بورڈ کی نہیں ہے، عدالت نے مانا کہ عید گاہ کے اطراف جو کھلا میدان ہے وہ ڈی ای اے کا ہے۔ عدالت نے یہ بھی کہا کہ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اقلیتی کمیشن کے ذریعہ حالات جوں کے توں رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔ منتظمہ کمیٹی کی جانب سے سینئر وکیل ویراج آر داتار، ایڈوکیٹ عمران احمد وغیرہ پیش ہوئے۔ ایڈوکیٹ عمران احمد نے تفصیل سے بتایا کہ اقلیتی کمیشن میں ڈی ڈی اے نے مورتی نصب کرنے کے لیے خود تین مقامات کی نشاندہی کی تھی اور کمیشن نے اسے تسلیم بھی کیا تھا تاہم کمیشن میں عید گاہ کے تمام کاغذات وجمع بندی بھی جمع کرائی تھی۔ حالانکہ اس دوران ڈی ڈی اے پر کمیشن نے دوہزار روپے کا جرمانہ بھی عائد کیا تھا جو ڈی ڈی اے نے جمع بھی کرایا تھا۔ نیز کمیشن کے اس فیصلہ کو ڈی ڈی اے اور کارپوریشن نے چیلنج بھی نہیں کیا تھا جو ایک نظیر بن گیا تھا۔ لیکن آج ہائی کورٹ نے اسے تسلیم نہیں کیا، ہمارے حساب سے ہائی کورٹ کا فیصلہ قابل قبول نہیں ہے اور اس کے خلاف ہم نے آج چیف جسٹس پر مشتمل دو رکنی بنچ میں عرضی داخل کر دی ہے جس پر کل سماعت ہوگی۔ انھوں نے بتایا کہ یہ سارا معاملہ وقف بورڈ نے ہی خراب کیا ہے۔ بورڈ کے ایڈمنسٹریٹر اشونی کمار جو کارپوریشن میں کمشنر بھی ہیں اور کمشنر بننے کے بعد وہ بورڈ سے چلے گئے تھے، مگر اس کیس کے لیے انھیں واپس بلایا گیا اور انھوں نے بورڈ کے افسران پر دباؤ ڈال کر یہ حلف نامہ داخل کرایا کہ یہ زمین وقف بورڈ کی نہیں ہے۔ انھوں نے اس لیے ایسا کیا کہ اس معاملہ میں کارپوریشن بھی پارٹی ہے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ کارپوریشن کے خلاف کوئی حکم آئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے اس کیس سے ایڈوکیٹ فیروز اقبال کو ہٹا کر تشار شنو کو وکیل مقرر کیا اور تشار شنو وہ ہیں جو ڈی ڈی اے اور کارپوریشن کی جانب سے پیش ہوتے رہے ہیں۔ ایسے میں وہ بھی ڈی ڈی اے اور کارپوریشن کے خلاف کیسے جا سکتے تھے۔

حضرت سیدنا قطب الدین بختیار کاکی اور مخدوم علاء الدین احمد صابر کلیری کا عرس منایا گیا

بھاگل پور۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہما کا انعقاد سرکار کلاں منزل بڑی ابراہیم پور صبح نو بجے سے ایک بجے دن تک منعقد کیا گیا۔ پروگرام کی سرپرستی مولانا منظور عالم اشرفی سابق پرنسپل مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم ماچھی پور نے کی جب کہ صدارت مولانا سید عرفان اشرف اشرفی جیلانی نے کی۔ اس موقع پر مولانا سیف خالد اشرفی جامعی مخدوم صابر کلیری کی شان میں منقبت پیش کی پھر جامع مسجد فتح پور کے امام وخطیب مولانا فیضان احمد نے نعت و منقبت پیش کی۔ اس موقع پر مفتی معین الدین اشرفی مصباحی شیخ الحدیث دار العلوم بہار شاہ فیض آباد یوپی نے مخدوم صابر پاک کی مکمل سیرت سرکار سیدنا قطب الدین بختیار کاکی کی کشف وکرامت وسیرت کے کئی پہلو کو واضح کیا۔ اس کے بعد پیر اشرفی بابا نے قل شریف پڑھا۔ بعدہ حضرت سید عرفان اشرف اشرفی جیلانی نے پورے ملک خاص کر فلسطین کی امن وسلامتی کے لیے دعا فرمائی۔ ■■■

نعتیں

خدا ہی جانے کیا کیا دیکھ آئے رحمت عالم

خدا خود ہو گیا جب رہنمائے رحمت عالم
نہ ہوتے معتبر کیوں نقش پائے رحمت عالم

سفر طے ہو گیا لمحوں میں صدیوں کی مسافت کا
خدا ہی جانے کیا کیا دیکھ آئے رحمت عالم

ظہور آفتاب دیں سے دنیا ہو گئی روشن
کہ جب گونجی ہے فاراں سے صدائے رحمت عالم

وہ منظر دیکھ کر رب کے فرشتے بھی ہوئے حیراں
جب اپنے خوں سے طائف میں نہائے رحمت عالم

صلہ یہ کعب اور حسان پائے نعت گوئی کا
انھیں منبر ملا ان کو ردائے رحمت عالم

صحابہ کی محبت دل میں ہم رکھتے ہیں اس باعث
وہاں وہ تھے یہاں ہم ہیں فدائے رحمت عالم

کوئی جچتا نہیں صدیق اکبر کی نگاہوں میں
پسند آئی انھیں جب سے ادائے رحمت عالم

وہ پڑھ کر سورہ طٰہٰ ہوا اسلام میں داخل
جو لیکر تیغ نکلا تھا برائے رحمت عالم

تسلی دے رہا تھا جو غنی کو غم کے عالم میں
نہ تھا دنیا میں کوئی ماسوائے رحمت عالم

ہٹانے جا رہے ہیں آخری بت خانۂ رب سے
علی کو اپنے شانوں پر بٹھائے رحمتِ عالم

جب ان کے در پہ ملتا ہے امیدوں سے سوا رہبر
کہیں پھر اور کیوں جائے گدائے رحمت عالم

◘-◘-◘

کاوش: معید رہبر لکھنوی 9889371674

رضائے حق تعالیٰ ہے، رضائے رحمت عالم

خدا ہے جس طرح مدحت سرائے رحمت عالم
کہاں اس طرح ممکن ہے ثنائے رحمت عالم

مبارکباد دینے کاروان نور بھی اترا
جو صحنِ آمنہ میں مسکرائے رحمت عالم

سجائی قدسیوں نے بزم ان کے خیر مقدم کی
ملا اعزاز یہ کس کو سوائے رحمت عالم

بھلا اس سے زیادہ کیا فضیلت ان کی بتلائیں
ہوئی تخلیقِ دو عالم، برائے رحمت عالم

کلامِ نور نے روشن کیا ہے یوں مقام ان کا
رضائے حق تعالیٰ ہے، رضائے رحمت عالم

شبِ اسریٰ جو ہے روح الامیں کی آخری منزل
وہیں سے اصل میں ہے ابتدائے رحمت عالم

کلیمی کی حدیں ہیں صرف کوہِ طور تک لیکن
فرازِ عرش اعظم، منتہائے رحمت عالم

ابھی ہلتی ہوئی زنجیر بھی ساکت نہ ہو پائی
مکاں سے لا مکاں تک ہو بھی آئے رحمت عالم

سرِافلاک خورشید و قمر یہ محفلِ انجم
درخشاں ہیں بہ فیضِ گردِ پائے رحمت عالم

وہ جن کی وجہ سے جسم مطہر خون میں تر ہے
انھی کے حق میں ہے لب پر دعائے رحمت عالم

خدا نے جس قدر توفیق دی ہارونؔ مدحت کی
بس اتنی ہو سکی ہم سے ثنائے رحمت عالم

◘-◘-◘

کاوش: ڈاکٹر محمد ہارون رشید، لکھنؤ

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

OCT. 2024

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org